فضل اللہ صابری چشتی
تعویذ
جائز یا ناجائز
فلاح ریسرچ فاؤنڈیشن

نام کتاب	:	تعویذ: جائز یا ناجائز؟
مصنف	:	محمد فضل اللہ صابری چشتی
کمپوزنگ	:	کامل احمد نعیمی
اشاعت	:	مارچ ۲۰۱۲ء / ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ
تعداد اشاعت	:	۱۱۰۰
صفحات:	:	۸۸
قیمت	:	Rs. 90

ملنے کا پتہ

☆دہلی: خواجہ بک ڈپو، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی 9313086318,9136455121

☆دہلی: کتب خانہ امجدیہ، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی 011-23243187

☆ممبئی: اجمیری بک ڈپو، ۲۵۳-۲۵۱، مولانا آزاد روڈ، زینبیہ ٹاور 986734085

☆بنگلور: فیضان کتاب گھر، نمبر ۲۶ پہلی منزل، عیدگاہ کمپلیکس ٹینری روڈ 9060178661

Name of the Book : **Tawiz Jayaz Ya Najayaz?**
Author : Muhammed Fazlullah Sabri Chishti
Publisher : Falaah Research Foundation
F-25/1, Upper Ground Floor, Shaheen
Bagh, Abul Fazl Enclave II, Okhla,
New Delhi-110025
Phone : 09650288792

انتساب

میں اس کتاب کو اپنے استاذ
شیخ منور بن محبوب نقشبندی، جون پوری
کے نام منسوب کرتا ہوں
متع الله المسلمين ببقائه

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذارشات

تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے جو مہربان اور رحیم ہے۔ اور درود وسلام اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور اللہ تعالیٰ کی بے شمار فضل ورحمت تمام صحابۂ کرام اور جملہ اہل بیت عظام پر۔

موجودہ وقت میں بعض حضرات شریعت میں حلال کردہ چیزوں کو حرام کہتے ہیں۔ کچھ ماہ قبل میرے عزیز جناب سراج سیٹھ نے دوران گفتگو یہ بتایا کہ دور حاضر میں کچھ لوگ تعویذ کو حرام اور شرک قرار دے کر اہل سنت وجماعت کے خلاف پروپیگنڈہ کررہے ہیں۔ یہ سن کر میں بڑے تعجب میں پڑ گیا کیوں کہ فقہ کی کتابوں میں اور علمائے اہل سنت سے تعویذ کے جواز کے متعلق بہت سی تحریریں پڑھیں اور سنیں ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَـٰذَا حَلَالٌ وَهَـٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّـهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ. (سورۃ النحل، آیت ۱۱۶)

ترجمہ: اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔

زمانۂ جاہلیت کے لوگ اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حلال، بعض چیزوں کو حرام کرلیا کرتے تھے اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کردیا کرتے تھے۔ اس کی ممانعت فرمائی گئی اور اس کو اللہ پر افتراء فرمایا گیا۔ آج کل بھی جو لوگ اپنی طرف سے حلال چیزوں کی شیرینی، فاتحہ، گیارہویں، عرس وغیرہ، ایصال ثواب کی چیزیں جن کی حرمت شریعت میں وارد نہیں ہوئی، انہیں اس آیت کے حکم سے ڈرنا چاہیے کہ ایسی چیزوں کی نسبت یہ کہہ دینا کہ

یہ شرعاً حرام ہیں اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنا ہے۔
تعویذ کو حرام قرار دینے والے کچھ لوگ ایسے فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جو سدھے سادھے مسلمانوں کو مشرک اور جاہل کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ یہ کتاب تعویذ کے جواز کے متعلق دلائل پیش کرنے کی ایک کوشش ہے۔ حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ تمام حوالہ جات کے ساتھ علماء کے انتقال کی تاریخ بھی دی جائے تاکہ قارئین کو اس کا اندازہ ہو جائے کہ تعویذ جائز قرار دینے والے علماء آج کے نہیں بلکہ سلف صالحین میں سے ہے۔
میں مشکور ہوں اپنے والدین کا جن کی دعاؤں اور حوصلہ افزائی کا ثمرہ ہے کہ آج اللہ رب العزت دین کی خدمت کا کام لے رہا ہے۔ والد گرامی کا خاص طور پر مشکور ہے کہ انہوں پیچیدہ مسائل کو سمجھنے میں میری رہنمائی فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی شیخ محمد خلیل رانا سعیدی کا بھی مشکور ہوں جو ہمیشہ میری تحقیق میں مدد فرماتے ہیں۔ جناب زبیر قادری کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے میری حوصلہ افزائی کی۔
علامہ لیٰسین اختر مصباحی، مولانا عبدالمبین نعمانی اور مفتی اشرف رضا قادری کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے نہ صرف میری حوصلہ افزائی کی بلکہ ہمیشہ اپنی دعاؤں سے نوازا ہے۔
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کتاب سے امت مسلمہ کو فائدہ پہنچائے اور تعویذ کے متعلق جو غلط پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے، اُسے دور فرمائے۔ آمین

محمد فضل اللہ صابری چشتی

پیر۔ ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ/ ۵/ مارچ ۲۰۱۲

پیش لفظ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظَّالِمِيْنَ إِلَّا خَسَاراً. (سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۸۲)

اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کا نقصان ہی بڑھتا ہے۔

امام قرطبی مالکی (متوفی ۶۷۱ھ/۱۲۷۳ء) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

قال: وننزل مافيه شفاء من القرآن، وفي الخبر، من لَمْ يَسْتَشْفِ بالقرآن فلا شفاه الله.

ترجمہ: جو قرآن سے شفاء حاصل نہ کرے اللہ اسے شفا نہیں دیتا۔

امام قرطبی مزید فرماتے ہیں:

اختلف العلماء في كونه شفاء على قولين: أحدهما. أنه شفاء للقلوب بزوال الجهل عنها وازالة الرَّيب، ولكشف غطاء القلب من مرض الجهل لفهم المعجزات والأمور الدالة على الله تعالى. الثاني. شفاء من الأمراض الظاهرة بالرُّقى والتعوّذ ونحو. (تفسير الجامع لاحكام القرآن: القرطبي: سورة بني الاسراء: آية ۸۲)

علماء کا اس پر اختلاف ہے کہ قرآن قلب کے لئے شفا ہے کیوں کہ وہ جہالت اور شک و شبہ کو دور کرتا ہے جس سے معجزات اور اللہ کی معرفت میں آسانی ہوتی ہے اور دوسرا یہ ہے تعویذ اور رقیہ (دم، پھونک) کے ذریعے مرض کے لئے شفاء ہے۔

امام بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ/۱۲۸۶ء) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وقیل انه للتبعیض والمعنی أن منه ما یشفی من المرض کالفاتحة وآیات الشفاء تفسیر انوار التنزیل واسرار التأویل: البیضاوی: (سورۃ بنی الاسراء: آیت ٨٢)

اور کہا گیا اس سے مراد سورۂ فاتحہ اور آیت شفاء سے امراض کا علاج ہے۔

امام قرطبی مالکی تحریر فرماتے ہیں:

وعلی اباحة التداوی والاسترقاء جمهور العلماء. (تفسیر الجامع لاحکام القرآن: القرطبی: سورة النحل: آیت ٦٩)

جمہور علماء کا دوا اور قرآنی آیات کے استعمال پر اتفاق ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

ذکره أبو زرعة ثنا الحسن بن عطیة ثنا اسرائیل عن أبی اسحاق عن أبی خوص عن عبداللّٰه انه قال فی القرآن شفاء ان القرآن والعسل فالقرآن شفاء لما فی الصدور والعسل شفاء من کل داء (ابن أبی حاتم، رقم الحدیث ١٠٤١٨، المکتبة العصریة صیدا. لبنان) (تفسیر ابن أبی حاتم)

امام ابن ابی حاتم نے عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ قرآن میں دل کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے اور شہد میں ہر بیماری کے لئے شفاء ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

(حدیث مرفوع) أخبرنا عَلِيُّ بْنُ أحمد بن عبدان، أنا احمد بن عبید، ثنا عباس بن الفضل الأسفاطی، ثنا عقبة بن مکرم الکوفی، ثنا ابراهیم بن ظبیة، عن الحجاج، ومحمد بن راشد، عن مکحول، عن واثلة بن الاسقع: ان رجلا شکی الی رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم وجع حلقه، قال: علیک بقراءة القرآن" (شعب الایمان البیهقی، رقم الحدیث ٢٥٨٠، دارالکتب العلمیة، بیروت ١٤١٠، ١٩٩٠ء)

امام بیہقی نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حلق میں درد کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: تم قرآن پڑھنے کو لازم رکھو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین دوا قرآن ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۵۰۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام بیہقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

أخبرنا أبو عبدالله الحافظ ومحمد بن موسیٰ قالا: ثنا أبو العباس الأصم ثنا هارون بن سليمان ثنا عبدالرحمن بن مهدى عن عبدالله بن المبارك عن عيسى بن عمر عن طلحة بن مصرف قال كان يقال أن المريض اذا قرء عنده القرآن وجد له خفة فدخلت على خيثمة وهو مريض فقلت انى أراك اليوم صالحا قال: أنه قرء عندى القرآن. (شعب الايمان البيهقى، رقم الحديث، ۲۵۷۹ ،دار الكتب العلمية. بيروت ۱۴۱۰ھ، ۱۹۹۰م)

امام بیہقی نے طلحہ بن مصرف سے روایت کیا ہے کہ مریض کے پاس جب قرآن پڑھا جائے تو وہ آرام محسوس کرتا ہے، حضرت خیثمہ جب بیمار ہوئے تو میں ان کے پاس گیا، میں نے کہا آج آپ تندرست لگ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا آج میرے پاس قرآن مجید پڑھا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں رحمت اور شفاء نازل فرمایا ہے کہ اس سے امراضِ ظاہرہ اور باطنہ ضلالت وجہالت وغیرہ دور ہوتے ہیں اور ظاہری وباطنی صحت حاصل ہوتی ہے۔

آئندہ صفحات میں ہم نے قرآن وحدیث کے حوالے سے تعویذ اور رقیہ (دم کرنا) کے استعمال کے مختلف طریقے بتائے ہیں۔ اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ ان علماء کے حوالے جات پیش کئے جائیں جو عربی زبان، فقہ، حدیث، تفسیر اور دیگر دینی علوم میں ماہر تھے۔ یہ علماء سب کے نزدیک مسلم اور معتبر ہیں۔

رقیہ

رقیہ کیا ہے؟

عربی لفظ "رقیہ" کے معنی علاج کرنے کا وہ طریقہ ہے جس میں قرآن شریف، حدیث شریف یا دیگر کلمات کے تلاوت کے ساتھ علاج کیا جاتا ہے۔

اردو زبان میں رقیہ کا معنی ''دم کرنا'' یا ''پھونکنا'' ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رقیہ کی تعلیم فرمائی

حدیث (۱): ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس مرض میں وفات پائی اس میں اپنی ذات کریمہ پر معوذات پڑھ کر دم فرماتے تھے۔ جب حضور زیادہ بیمار ہوگئے تو میں یہ سورتیں پڑھ کر آپ کو دم کرتی تھی اور آپ کے دست اقدس کی برکت کے باعث آپ کے دست مبارک کے ساتھ آپ کو مسح کرتی تھی۔ معمر کا بیان ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا حضور کس طرح جسم مبارک کو مسح کرتے تھے انہوں نے کہا حضور دونوں ہاتھوں پر پھونکتے پھر انہیں چہرۂ انور پر پھیرتے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب الطب)

حدیث (۲): ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ نظر کی وجہ سے جھاڑ پھونک کیا جائے۔ (ایضاً)

حدیث (۳): ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرہ پر سیاہ داغ تھے۔ حضور نے فرمایا اس کو دم کرواؤ، کیوں کہ اسے نظر لگی ہوئی ہے۔ (ایضاً)

حدیث (۴): عبد الرحمٰن بن اسود نے اپنے والد اسود سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے زہریلے جانور کے کاٹنے پر جھاڑ پھونک کے متعلق پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر زہریلے جانور کے

کانٹے پر دم کرانے میں رخصت دی ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الطب)

حدیث (۵) عبدالعزیز بن صہیب نے کہا میں اور ثابت بن اسلم بنانی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے۔ ثابت نے کہا اے ابوحمزہ میں بیمار ہوگیا ہوں۔ حضرت انس نے کہا کیا میں تجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دم نہ کروں؟ ثابت نے کہا کیوں نہیں (ضرور دم کرو) انس نے کہا اے لوگوں کے پروردگار سختی کو دُور کرنے والے مجھے شفاء دے تو ہی شفاء دینے والا ہے تیرے سوا کوئی شافی نہیں ایسی شفاء دے جو بیماری نہ رہنے دے۔ (ایضاً)

حدیث (۶) ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض بیبیوں کو دم کرتے اپنے دائیں دستِ اقدس سے تکلیف کی جگہ مسح کرتے اور فرماتے اے اللہ! مخلوق کے پروردگار سختی دور کرنے والے اس کو شفاء دے تو ہی شفاء دینے والا ہے تیرے سوا کوئی شافی نہیں ایسی شفاء دے جو بیماری نہ رہنے دے۔ (ایضاً)

حدیث (۷) ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دم کر کے فرماتے اے پروردگار عالم سختی دور کر تیرے دست قدرت میں شفا ہے یہ سختی تو ہی دور کر سکتا ہے۔ (ایضاً)

حدیث (۸) ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیمار کے لئے یہ پڑھ کر دم کرتے تھے۔ اللہ کے نام سے ہماری زمین کی مٹی ہمارے تھوک سے ہمارے رب کی اجازت سے ہمارے بیمار کو شفا دیتی ہے۔ (ایضاً)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے دعا

حدیث (۹) حدثنا عثمان بن أبی شیبة حدثنا جریر عن منصور عن المنهال عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یعوذ الحسن والحسین ویقول ان أبا کما کان یعوذ بها اسماعیل و اسحاق أعوذ بکلمات اللّٰه التامة من کل شیطان وهامة

ومن کل عین لامة. (صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء: باب قول الله عالی واتخذالله ابراهیم خلیلا)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام حسن اور امام حسین رضی للہ عنہما پر ان کلمات کے ساتھ دم کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے تمہارا باپ (ابراہیم علیہ السلام) ان کلمات کے ساتھ اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کو دم کیا کرتے تھے۔ میں اللہ تعالیٰ کے تمام کلمات کے ذریعہ ہر شیطان، زہریلے جانور اور ہر ضرر دینے والی آنکھ کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

حدیث (۱۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دم کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا زہریلے ڈنک، پھوڑے پھنسی اور نظر لگنے کی صورت میں دم کرانے کی اجازت ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب السلام)

حدیث (۱۱) ابراہیم بن مہدی مصیصی علی بن مسہر، عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز، صالح بن کیسان، ابوبکر بن سلیمان بن ابوحثمہ سے روایت ہے کہ حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے جب کہ میں حضرت حفصہ کے پاس تھی۔ چنانچہ مجھ سے فرمایا: تم انہیں نملہ کا دم کیوں نہیں سکھاتیں جیسے تم نے انہیں لکھنا سکھایا ہے۔

حدیث (۱۲) عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بی بی ام سلمہ کے مکان میں گئے اور گھر میں ایک لڑکا رو رہا تھا لوگوں نے کہا اس کو نظر لگ گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا منتر کیوں نہیں کرتے اس کے لئے۔

(مؤطا امام مالک)

زہریلے جانور کا ڈسنا اور سورۂ فاتحہ سے علاج

حدیث: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام چند لوگ عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلہ کے پاس آئے تو انہوں نے

ان کی ضیافت نہ کی۔ اس اثنا میں اس قبیلہ کے سردار کو زہریلے جانور نے ڈس لیا۔ قبیلہ والوں نے انہیں کہا کیا تمہارے پاس کوئی دوا، یا دم کرنے والا ہے۔ صحابہ نے کہا تم نے ہماری ضیافت نہیں کی ہم دم نہیں کریں گے حتیٰ کہ تم ہمیں اُجرت دو۔ قبیلہ والوں نے اُن کے لئے کچھ بکریاں مقرر کردیں۔ اُن میں سے ایک شخص نے سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کیا اور تھوک منہ میں جمع کرتا اور اس پر تھوکتا رہا تو وہ شخص تندرست ہوگیا۔ قبیلہ والے بکریاں لے کر آئے تو اُنہوں نے کہا ہم یہ نہ لیں گے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں، چنانچہ انہوں نے حضور سے پوچھا تو آپ ہنسے اور فرمایا تمہیں کس نے بتایا کہ سورۂ فاتحہ دم ہے۔ بکریاں لے لو اور میرے لئے بھی حصہ رکھ لو۔ (صحیح بخاری، کتاب الطب)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ:

۱- صحابۂ کرام کا علم اور عقیدہ تھا کہ قرآن میں ہر بیماری کا علاج ہے۔

۲- سورۂ فاتحہ یا قرآن شریف کی کوئی دوسری آیت سے شفاء حاصل کیا جا سکتا ہے۔

۳- رقیہ کے بدلے میں اجرت لینا جائز ہے۔

دورِ جاہلیت میں رقیہ کا استعمال

حدیث (۱) حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دم کرنے سے منع کردیا، پھر عمرو بن حزم کی آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں ایک دم آتا ہے جس سے ہم بچھو کے ڈسے ہوئے کو دم کرتے تھے اور آپ نے دم کرنے سے منع کردیا! پھر انہوں نے اس دم کے کلمات آپ پر پیش کیے، آپ نے فرمایا میں ان میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچانے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کو نفع پہنچائے۔ (صحیح مسلم، کتاب السلام)

حدیث (۲) حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کرتے تھے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سلسلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا اپنے دم کیے کلمات مجھ پر پیش کرو، اگر شرکیہ کلمات نہ ہوں تو دم میں کوئی حرج

نہیں ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب السلام)

اس حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ:

۱- نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر وہ رقیہ (دم، جھاڑ پھونک) کی اجازت دی جس میں شرک یا کفر نہ ہو۔

۲- حدیث میں جس رقیہ کا ذکر ہے وہ دورِ جاہلیت میں استعمال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس میں قرآن شریف اور حدیث شریف کے کلمات نہ تھے۔

۳- یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ رقیہ میں قرآن شریف اور حدیث شریف کے علاوہ دوسرے کلمات کا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ کلمات کفر اور شرک سے پاک ہوں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

امام ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۵۲ھ/ ۱۴۴۸ء) تحریر فرماتے ہیں:

قال للربيع سألت الشافعي عن الرقية فقال لا بأس أن يرقى بكتاب الله وما يعرف من ذكر الله. (فتح الباری شرح صحیح البخاری: الحافظ ابن حجر: ج ۱۰، ص ۱۹۷ دار الفکر: بیروت)

ربیع (امام شافعی کے ایک شاگرد) نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے رقیہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا: اس میں کوئی حرج نہیں کہ رقیہ میں کتاب اللہ کے الفاظ یا وہ کلمات ہوں جس میں اللہ کا ذکر ہو۔

اس عبارت سے یہ واضح ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک کتاب اللہ کے علاوہ دوسرے کلمات کا استعمال بھی رقیہ میں کیا جا سکتا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

زہریلے جانور والی حدیث کے تحت امام ابن حجر علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

وفي الحديث جواز الرقية بكتاب الله، ويلتحق به كان بالذكر

والدعاء المأثور، وكذا غير المأثور مما لا يخالف ما في المأثور، وأما الرقى بما سوى ذلک فليس في الحديث ما يثبته ولا ما ينفيه. (فتح البارى شرح صحيح البخارى: الحافظ ابن حجر: ج ۴، ص: ۴۵۷، دار الفكر: بيروت)

اس حدیث سے اس رقیہ کا جواز ملتا ہے جن میں کتاب اللہ کے کلمات ہوں، یا ذکر اللہ کے کلمات ہوں، یا دعائے ماثور ہو (نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے جو دعا ثابت ہوں) یا دعائے غیر ماثور ہو۔ بشرطیکہ یہ اس رقیہ کے کلمات حدیث کے خلاف نہ ہو اور نہ ہی ان کی نفی ہو۔

شیخ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ/ ۱۳۲۸ء) کی رائے

شیخ ابن تیمیہ تحریر فرماتے ہیں:

وفيما ييسره لهم من نوع حركة و عمل أو دعوة مستجابة أو رقية نافعة أو قوة للقب وحسن التوكل الى غير ذلک من الاسباب الكثيرة غير الدواء. (مجموع فتاوىٰ ابن تيمية: ج ۲۱، ص: ۵۶۳ دار الوفاء: مصر ۱۴۲۶ھ۔ ۲۰۰۵ھ)

اور اسی طرح اللہ تبارک وتعالی دوا کے علاوہ، ہر قسم کے حرکت وعمل یا مقبول دعائیں یا نفع بخش رقیہ یا قوت القلب اور حسن توکل اور اسباب کثیر کے ذریعہ شفاء دیتا ہے۔

اس عبارت سے یہ بات واضح ہوئی کہ شیخ ابن تیمیہ کا یہ عقیدہ تھا کہ نفع بخش رقیہ کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالی شفاء دیتا ہے۔

رقیہ جس کے کلمات قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہوں

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

أجمع العلماء على جواز الرقى عند اجتماع ثلاثة شروط أن يكون بكلام اللّٰه تعالى أو بأسمائه وصفاته وباللسان العربى أو بما يعرف معناه

من غيره وأن يعتقد أن الرقية لا تؤثر بذاتها بل بذات الله تعالى. (فتح الباری شرح صحيح البخاری: ج ۱۰، ص: ۱۹۵ دار الفکر، بیروت)

علماء کا تین شرط کے ساتھ رقیہ کے جواز پر اجماع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام سے ہو یا اسماء یا صفات سے ہو اور عربی زبان سے ہو، اگر کتاب اللہ سے نہ ہو تو اس کا معنیٰ سمجھ میں آئے، اور یہ عقیدہ نہ ہو کہ رقیہ بذات خود نفع پہنچاتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اثر دینے والا ہے۔

گذشتہ صفحات میں ہم صحیح مسلم کی اس حدیث کا مطالعہ کر چکے ہیں جس میں دور جاہلیت میں استعمال ہونے والے رقیہ کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رد نہیں فرمایا کیوں کہ اس میں کفریہ یا شرکیہ کلمات نہیں تھے۔

غیر عربی زبان میں رقیہ (دم کرنا)

بعض رقیہ میں عربی کے علاوہ دوسری زبان کے الفاظ ہوتے ہیں۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن أحمد البراء الثنا المعافی بن سليمان حدثنی موسیٰ بن أعين عن زيد بن بكر بن خنيس عن اسماعيل بن مسلم عن أبی معشر عن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله قال ذكر عندالنبی صلی الله عليه وسلم رقية من الحية فقال: اعرضوها علی فعرضوها عليه: بسم الله شجة قرنية ملحة بحر فقطا فقال: هذه مواثيق أخذها سليمان بن داود عليه السلام علی الهوام ولا أری بها بأسا. (المجعم الكبير: الطبرانی: ج ۱۰ ص: ۱۱۱ مكتبة ابن تيمية: القاهرة، المعجم الأوسط: الطبرانی: ج۵، ص: ۲۶۶ دارالحرمين: القاهرة: ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۵م، عمل اليوم والليلة: ابن السنی: رقم الحديث: ۵۷۳ مكتبة دارالبيان. دمشق ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷م)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سانپ کے زہر کو اُتارنے کے متعلق ایک رقیہ پیش کیا گیا۔ جس کے الفاظ یہ تھے۔ بسم اللّٰہ شجة قرنية ملحة بحر

فقطا. حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کلمات کے متعلق سوال کیا گیا، تو حضور نے فرمایا: یہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے الفاظ ہیں، جس میں کوئی حرج نہیں۔

☆حدیث کی سند میں زید بن بکر اور اسماعیل بن مسلم ہیں جن کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔

اس ضعف کے باوجود قاضی شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء) اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

دلیل علی أنها تجوز الرقية بالألفاظ التي لا يعرف معناها اذا حصل التجريب بنفعها و تاثيرها لكن لابد أن يعرف الراقي أنها ليست من السحر الذي لا يجوز استعماله فان النبي صلى الله عليه وسلم قد أخبرنا أنها مواثيق كما في الحديث الاوّل. (تحفة الذاكرين: الشوكاني: ص ۳۱۸ دارالقلم. بيروت ۱۴۰۴ھ ۱۹۸۴م)

اس حدیث میں ان رقیہ (دم کرنا) کے جواز کی دلیل ملتی ہے جن میں غیر عربی کلمات شامل ہوں۔ بشرطیکہ ان کی تاثیر اور نفع تجربے سے ثابت ہو، لیکن ان کلمات میں سحر (جادو) کے الفاظ نہیں ہونا چاہیے اگر سحر کے الفاظ ہو تو وہ رقیہ ناجائز ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلی حدیث میں ارشاد فرمایا۔

امام ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب عمل الیوم و اللیلۃ میں اس حدیث کو ایک دوسری سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس سند میں اسحاق بن رافع اور سعاد بن معاذ انصاری کی وجہ سے یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

لیکن امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو ایک حسن سند سے بھی بیان کرتے ہیں۔

امام طبرانی بیان کرتے ہیں:

حدثنا مطلب بن شيعب نا عبدالله بن صالح نا الليث عن الحسن بن أبي الحسن البصري عن زيد بن عبدالله قال عرضنا على رسول الله صلى الله عليه وسلم رقية من الحية فاذن لنا بها وقال انما هي مواثيق والرقية

بسم اللّٰہ شجة قرنية ملحة بحر قفطا لا یروی ھذا الحدیث عن زید بن عبداللّٰہ الا بھذا الاسناد تفرد بہ اللیث. (المعجم الاوسط: الطبرانی: ج۸، ص:۲۹۷ دارالحرمین: القاھرۃ:۱۴۱۵ھ ۱۹۹۵م، رواہ الطبرانی فی الاوسط و اسنادہ حسن، مجمع الزوائد: الھیثمی: ج ۵، ص:۱۹۲ دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ ۱۹۹۴م)

قارئین غور فرمائیں کہ اس حدیث میں بھی غیر عربی زبان میں رقیہ (دم کرنا) کے کلمات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کئے گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا۔ وہ کلمات یہ ہیں: بسم اللّٰہ شجة قرنية ملحة بحر قفطا.

امام ابن ہیثمی نے اس سند کو حسن قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد: الھیثمی: ج ۵، ص:۱۹۲ دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ ۱۹۹۴م)

اس گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ غیر عربی زبان میں رقیہ (دم کرنا) جائز ہے بشرطیکہ پڑھنے والا مسلمان ہو اور ان کلمات کے معنی بھی معلوم ہو، ساتھ ہی ان کلمات میں کفریہ، شرکیہ یا سحر کے الفاظ نہ ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلسلہ چشتیہ، صابریہ میں جو دعائے حیدری پڑھی جاتی ہے وہ بالکل جائز ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۷۴ھ/۱۵۶۶ء) رقمطراز ہیں:

ومذھبنا فی ذلک أن کل عزیمة مقروء ة أو مکتوبة ان کان فیھا اسم لا یعرف معناہ فھی محرمة الکتابة والقراء ة سواء فی ذلک المصروع وغیرہ. وان کانت العزیمة أو الرقیا مشتملة علی أسماء اللّٰہ تعالیٰ وآیاتہ والاقسام بہ وبأنبیائہ و ملائکتہ جازت قراء تھا علی المصروع وغیرہ.

(الفتاوی الحدیثیة: ابن حجر الھیتمی: ص:۸۷، دارالفکر، بیروت)

اور ہمارا مذہب ہر اس تحریر اور قول کے استعمال کے خلاف ہے جس کا معنی معلوم نہ ہو لیکن ان کلمات میں اللہ کے نام و آیات ہوں یا انبیاء اور ملائکہ کا ذکر ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

اس تحریر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ غیر عربی زبان میں رقیہ کے استعمال کرنے میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ پڑھنے والا مسلمان ہو اور ان کلمات کے معنی بھی معلوم ہو، ساتھ ہی ان کلمات میں کفریہ، شرکیہ یا سحر کے الفاظ نہ ہوں۔

امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وممن صرح بتحريم الرقيا بالاسم الأعجمی الذی لا يعرف معناه ابن رشد المالكی، والعز بن عبدالسلام الشافعی، و جماعة من أئمتنا وغيرهم، وقيل و عن ابن المسيب ما يقتضی الجواز. (الفتاوی الحديثية ابن حجر الهيمتی: ص: ۸۸ دار الفكر، بيروت)

وہ رقیہ جو غیر عربی زبان میں ہو اور اس کا معنی بھی معلوم نہ ہو اس کے استعمال کرنے پر ابن رشد المالکی، عز بن عبد السلام شافعی اور دیگر ائمہ نے منع فرمایا ہے۔ سعید ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواز کے قائل تھے۔

ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

الذی أفتی به العز بن عبدالسلام كما ذكرته عنه فی (شرح العباب): أن كتب الحروف المجهولة للأمراض لا يجوز الاسترقاء بها ولا الرقی بها لأنه (صلى اللّٰه عليه وسلم) لم سئل عن الرقی قال: (اعرضوا علیّ رقاكم فعرضوها فقال: لا بأس) وانما لم يأمر بذلک لأن من الرقی ما يكون كفراً واذا حرم كتبها حرم التوسل بها نعم ان وجدناها فی كتاب من يوثق به علماً و ديناً فان أمر بكتابتها أو قراءتها احتمل القول بالجواز حينئذ لأن أمره بذلک الظاهر أنه لم يصدر منه الا بعد احاطته و اطلاعه على معناها وأنه لا محذور فی ذلک، وان ذكرها على سبيل الحكاية عن الغير الذی ليس هو

كذلك، أو ذكرها ولم يأمر بقراء تها ولا تعرض لمعناها فالذي يتجه بقاء التحريم بحاله، ومجرد ذكر امام لها لا يقتضي أنه عرف معناها فكثيراً من أحوال أرباب هذه التصانيف يذكرون ما وجدوه من غير فحص عن معناه ولا تجربة لمبناه، وانما يذكرونه على جهة أن مستعمله ربما انتفع به. (الفتاوى الحديثية: ابن حجر الهيتمي: ص: ۳۴، دار الفكر، بيروت)

عز بن عبدالسلام نے فرمایا ان لفظوں سے شفاء حاصل کرنا ناجائز ہے جن کا مطلب معلوم نہ ہو، لیکن اس طرح کی عبارت اگر ان علماء کی کتابوں میں موجود ہو جو علم اور دین میں معتبر ہوں اور ان علماء نے ان لفظوں (عبارتوں) کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہو، ایسی صورت میں ان عبارتوں کو استعمال کرنے کا جواز ملتا ہے کیوں کہ ان علماء نے ان عبارتوں کو سمجھ کر اس بات کی تصدیق کی کہ ان عبارتوں میں کفر اور شرک شامل نہیں ہے۔ دوسری طرف اگر ان علماء نے صرف عبارتوں کو نقل کیا ہے، لیکن اس کے استعمال کی اجازت نہیں دی، اس صورت میں ان عبارتوں کا استعمال ناجائز ہے۔ کیوں کہ اکثر یہ لوگ ان عبارتوں کو صرف اس لئے نقل کر دیتے ہیں کہ کسی کو اس سے نفع حاصل ہوا ہے۔

انبیا علیہم السلام اور ملائکہ کے نام کا ذکر

محمد بن علان الصدیقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷ء) فرماتے ہیں:

وقال القرطبي، أن المقصود اجتناب رقى خارج عن القسمين كالرقيا باسماء الملائكة والأنبياء والصالحين كما يفعله كثير ممن يتعاطى الرقيا، فهذا ليس من قسم المحظور الذي يعم اجتنابه. (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين: محمد بن علان الصديقي الشافعي: ج ۲، ص: ۱۰ دار الكتب العلمية، بيروت)

امام قرطبی نے کہا وہ رقیہ (دم کرنا) جس میں انبیاء، ملائکہ اور صالحین کے ناموں کا ذکر ہو۔ اس کا استعمال جائز ہے، لیکن اجتناب کرنا بہتر ہے۔

امام دردیر مالکی رحمۃ اللہ (متوفی ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۷ء) فرماتے ہیں:

(ويجوز الرقى) جمع رقية وتكون (بأسماء الله) وبأسماء النبی صلی الله عليه وسلم والصالحين.

(و) تجوز (التميمة) أی الورقة المشمولة (بشیء من ذلک المذكور من أسمائه تعالى والقرآن لمريض و صحيح وحائض ونفساء وبهيمة بعد جعلها فيما يقيها، ولا يرقی بالأسماء التی لم يعرف معناها قال مالک ما يدريک لعلها كفر. ويقول الشيخ الصاوی فی حاشية على الشرح الصغير: اولا يرقی بالأسماء التی لم يعرف معناها أی مالم تكن مروية عن ثقة كالمأخوذة من كلام أبی الحسن الشاذلی كدائرته والأسماء التی فی أحزاب السيد الدسوقی والجلجلوتية. (الشرح الصغير للدردير ومعه حاشية الصاوی: ج ۴، ص: ۷۶۸ دار المعارف، القاهرة، ۱۴۰۷ھ ۱۹۸۶م)

وہ رقیہ جس میں اسم اللہ، اسم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صالحین کے ناموں کا ذکر ہو، اس کا استعمال جائز ہے۔ ساتھ ہی وہ تمائم بھی جائز ہیں جن میں یہ رقیہ اور قرآن شریف کی عبارت لکھی گئی ہو۔ ان تمائم کو کسی مریض یا تندرست کے گلے میں لٹکانا جائز ہے۔ اور حائض عورتوں اور جانوروں کے گلے میں لٹکایا جا سکتا ہے، بشرطیکہ کسی ڈبے یا چمڑے میں سلا ہوا ہو۔ امام مالک نے فرمایا ان الفاظ (عبارتوں) کا استعمال رقیہ میں نہیں کرنا چاہیے جس کا معنی معلوم نہ ہو کیوں کہ اس میں کفر کے الفاظ ہو سکتے ہیں۔

مذکورہ بالا عبارت پر حاشیہ لکھتے ہوئے امام صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس کا معنی یہ ہوا کہ رقیہ کا استعمال جائز نہیں جب تک کہ کسی معتبر حوالے جیسے امام ابوالحسن شاذلی کی کتاب دائرہ سے روایت نہ کی گئی ہو۔

رقیہ کے جواز پر اجماع

وقد أجمع العلماء على جواز الرقى عند اجتماع ثلاثة شروط أن يكون بكلام الله تعالى أو بأسمائه وصفاته وباللسان العربي أو بما يعرف معناه من غيره وأن يعتقد أن الرقية لا تؤثر بذاتها بل بذات الله تعالى. (فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج ۱۰ ص: ۱۹۵ دار الفکر، بیروت)

علماء کا تین شرطوں کے ساتھ رقیہ کے جواز پر اجماع ہے۔(۱) کلام اللہ ہو یا اللہ کے نام وصفات سے ہو (۲) عربی زبان میں ہو یا ان الفاظ کا معنی معلوم ہو (۳) یہ عقیدہ نہ ہو کہ رقیہ اپنے آپ سے نفع پہنچاتا ہے بلکہ نفع اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے۔

پانی پر دم کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب کوئی انسان بیمار ہوتا یا اس کو کوئی چھالا یا زخم ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس انگلی (سفیان نے کہا آپ شہادت کی انگلی زمین پر رکھ کر پھر اٹھاتے) سے اشارہ کر کے فرماتے اللہ کے نام سے، ہماری زمین کی مٹی، ہم میں سے کسی کے لعاب دہن سے ہمارا بیمار اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاء پائے گا۔ زہیر کی روایت میں ہے تاکہ ہمارا بیمار شفاء پائے۔ (صحیح مسلم، کتاب السلام)

حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ثابت بن قیس کے پاس تشریف لائے۔ احمد بن صالح نے کہا: جب کہ وہ بیمار تھے کہا اے لوگوں کے رب! ثابت بن قیس بن شماس کی بیماری کو دور فرما۔" پھر بطحان کی مٹی لے کر اُسے ایک پیالے میں ڈالا۔ پھر دم کر کے اُس پر پانی ڈالا اور اُن کے اُوپر چھڑکا۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الطب)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ پانی پر قرآن شریف دم کر کے مریض کو پینے کے لئے دیا جا سکتا ہے اور چھڑکنا بھی جائز ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رائے

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وروی عن عائشة أنها كانت لاترى بأسا أن يعوذ في الماء، ثم يعالج به المريض. (شرح السنة: للامام البغوی: المكتب الاسلامي: بيروت ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳م)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں کہ تعویذ کے کلمات پڑھ کر پانی پر دم کیا جائے پھر اس کے ساتھ مریض کا علاج کیا جائے۔ مجاہد نے کہا اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کی آیات لکھ کر ان کو دھولیا جائے اور اس کا غسالہ (دھوون) مریض کو پلادیا جائے۔

مشائخ کے تجربات

شیخ ابن قیم جوزیہ (متوفی ۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء) تحریر فرماتے ہیں:

ولقد مربی وقت بكمة سَقِمْتُ فيه، وفقدت الطبيب والدواء، فكنت أتعالج بها، آخذ شربة من ماء زمزم، وأقرؤها عليها مراراً، ثم أشربه. فوجدتُ بذلك البرءَ التام، ثم صِرتُ أعتمد ذلك عند كثير من الأوجاع، فأنتفع بها غاية الانتفاع. (زاد المعاد: ۴/۱۴۱ دار الفكر: بيروت: ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۸ء)

ایک مرتبہ میں بیمار ہوگیا، مجھے دوا اور طبیب میسر نہ آسکے، تو میں سورۂ فاتحہ سے اپنا علاج کرتا تھا، میں ایک گھونٹ زمزم کا پانی پیتا اور اس پر کئی بار سورہ فاتحہ پڑھتا، پھر ایک گھونٹ زمزم کا پانی پیتا، میں نے کئی بار یہ عمل کیا حتی کہ میری تمام درد اور تکلیفیں دور ہوگئیں۔ اور مجھے مکمل فائدہ ہوگیا۔

مرض کے نجات کے لئے بار بار سورۂ فاتحہ تلاوت کرنا اور پھر آبِ زم زم پینا کسی

حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ یہ شیخ ابن قیم کا ذاتی عمل اور تجربہ تھا۔ چوں کہ یہ عمل قرآن اور سنت کے خلاف نہیں ہے، اس لئے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

رقیہ اور قسمت

حضرت ابوخزامہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! اگر ہم جھاڑ پھونک کریں یا دوا کریں اور پرہیز بھی کریں تو کیا یہ تقدیر الٰہی کو بدل سکتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ بھی تقدیر سے ہے۔ (سنن ترمذی، کتاب الطب)

سوال (۱) اس حدیث کا کیا معنی ہے جس میں دم کرنے کو شرک کہا گیا ہے؟

جواب: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن العلاء حدثنا أبو معاوية حدثنا الأعمش عن عمرو بن مرة عن يحيى بن الجزار عن ابن أخي زينب امرأة عبدالله عن زينب امرأة عبدالله عن عبدالله قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الرقى والتمائم والتولة شرك قالت قلت لم تقول هذا والله لقد كانت عيني تقذف وكنت أختلف الى فلان اليهودي يرقيني فاذا رقاني سكنت فقال عبدالله انما ذاك عمل الشيطان كان ينخسها بيده فاذا رقاها كف عنها انما كان يكفيك أن تقولي كما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول أذهب الباس رب الناس اشف أنت الشافي لا شفاء الا شفاؤك شفاء لا يغادر سقما. (سنن ابی داؤد: كتاب الطب: باب فی تعليق التمائم: رقم الحديث: ۳۸۸۳ دارالفکر: ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۵م)

حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک جادو، گنڈا اور ٹونا شرک ہے۔ حضرت زینب کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوئی کہ آپ یہ کس طرح فرماتے ہیں جب کہ خدا کی قسم، میری

آنکھ میں شدت کا درد تھا تو میں فلاں یہودی کے پاس دم کروانے جاتی جب وہ دم کرتا تو مجھے آرام وسکون ہو جاتا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ یہ تو شیطان کی کرتوت ہے کیوں کہ جب جھاڑ پھونک کی جاتی تو شیطان اُسے اپنے ہاتھ سے تھام لیا کرتا۔ تمہارے لئے وہی کہنا کافی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہا کرتے: اے لوگوں کے رب! بیماری کو دور فرما۔ شفا دینے والا تو ہے۔ شفا نہیں ہے مگر تیری ایسی شفا جو بیماری کو باقی نہیں چھوڑتی۔

اس حدیث میں ایک غیر مسلم (یہودی) کے دم کرنے کا ذکر ہے۔ یہودی نے غیر شرعی الفاظ کے ساتھ دم کیا۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ یہ حدیث اس دم کرنے کی ممانعت کرتی ہے جس میں شیاطین سے مدد لی جائے یا کفریہ کلمات ہوں۔

وہ رقیـــہ (دم) جو شرک اور کفر سے پاک ہو شریعت میں اس کی اجازت دی گئی ہے جیسا کہ پچھلے صفحات پر ذکر کیا گیا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے تحت امام احمد بن محمد خطابی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۸۸ھ/۹۰۱ء) تحریر فرماتے ہیں:

وأما الرقى فالمنهي عن هو ما كان منها بغير لسان العرب فلا يدرى ما هو ولعله قد يدخله سحر أوْ كفر وأما اذا كان مفهوم المعنى و كان فيه ذكر الله سبحانه فانه مستحب متبرك به والله أعلم. (معالم السنن: أحمد بن محمد الخطابى: ج ۴، ص ۲۲۶ المطبعة العلمية. حلب: ۱۳۵۱ھ۔ ۱۹۳۲م)

اس دم (رقیـــہ) کی ممانعت ہے جس کے معنی معلوم نہ ہو یا ان کلمات میں کفریہ الفاظ ہو۔ جہاں تک اس دم کا سوال ہے جس کا معنی معلوم ہو اور اس میں اللہ کا ذکر ہو، وہ متبرک اور مستحب ہے۔

امام بیہقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴۵۸ھ/۱۰۶۶ء) تحریر فرماتے ہیں:

والذى روى عن ابن مسعود، مرفوعا "ان الرقى والتمائم والتولة شرك" فانما أرادوا، والله أعلم. ما كان من الرقى والتمائم بغير لسان

العربية مما لا يدرى. (السنن الصغير: البيهقى: ج ۲، ص ۴۲۳ باب فى التداوى والاكتواء والاسترقاء: دار الكتب العلمية: بيروت)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ دم، تولہ اور تمائم شرک ہیں، ان سے ان کی یہ مراد ہے کہ وہ دم اور تعویذ وغیرہ شرک ہے جو عربی زبان میں نہ ہوں اور ان کے معنی غیر معلوم ہوں۔

امام بغوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۱۶ھ/۱۱۲۲ء) تحریر فرماتے ہیں:

والمنهى من الرقى ما كان فيه شرك، أو كان يذكر مردة الشياطين، أو ما كان منها بغير لسان العرب، ولا يدرى ما هو، ولعله يدخله سحر، أو كفر، فأما ما كان بالقرآن، وبذكر الله عزوجل، فانه جائز مستحب، فان النبى (صلى الله عليه وسلم) كان ينفث على نفسه بالمعوذات. (شرح السنة، البغوى، ج ۱۲ ص ۱۵۹، المكتب الاسلامى، بيروت، ۱۴۰۳ھ)

اس قسم کی جھاڑ پھونک اور دم کرنے کی ممانعت ہے جس میں کلمات شرک ہوں یا اس میں سرکش شیاطین کا ذکر ہو یا اس میں عربی کے علاوہ کسی اور زبان کے کلمات ہو یا ان کلمات کا کچھ پتا نہ ہو، ہو سکتا ہے کہ اس میں جادو کے کلمات ہوں یا کفریہ کلمات ہوں، لیکن جس میں قرآن مجید کے کلمات ہوں یا اس میں اللہ عزوجل کا ذکر ہو تو ان کلمات کے ساتھ دم کرنا جائز اور مستحب ہے، کیوں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورہ الفلق اور سورہ الناس پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے تھے۔

امام عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱ء) اس حدیث کی شرح فرماتے ہیں:

(شرک) أى من الشرك سماها شركا لأن المتعارف منها فى عهده ما كان معهودا فى الجاهلية وكان مشتملا على ما يتضمن الشرك أو لأن اتخاذها يدل على اعتقاد تاثيرها ويفضى الى الشرك ذكره القاضى. (فيض القدير شرح الجامع الصغير: المناوى: ج ۲، ص ۳۴۲ دار المعرفة: بيروت: ۱۳۹۱ھ. ۱۹۷۲)

قاضی عیاض نے فرمایا: حضور نے اسے شرک اس لئے فرمایا کیوں کہ دور جاہلیت میں شرکیہ کلمات استعمال کئے جاتے یا لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ان چیزوں میں بالذات اثر پہنچانے کی تاثیر ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دم (رقیہ) کو منع فرمایا ہے جس میں کفریہ یا شرکیہ الفاظ ہوں۔

سوال (۲) اس حدیث کا کیا معنی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ایسے ستر ہزار لوگ جنت میں داخل ہوں گے، جنہوں نے دوسروں سے دم نہ کروایا ہو؟

جواب: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سامنے امتیں پیش کی گئیں۔ پس نبی نے گزرنا شروع کیا اس حال میں کہ اس کے ساتھ اس کی امت تھی کوئی نبی گزرتا اس کے ساتھ چند لوگ تھے کوئی نبی گزرتا اس کے ساتھ دس آدمی تھے کوئی نبی گزرتا اس کے ساتھ پانچ آدمی تھے۔ کوئی اور نبی گزرتا اس حال میں کہ وہ تنہا ہوتا میں نے نظر کی تو اچانک میں نے بہت سے لوگ دیکھے میں نے کہا اے جبرائیل! یہ لوگ میری امت ہیں؟ اُس نے کہا نہیں لیکن آپ کناروں کو دیکھیں میں نے نظر کی تو بیشمار لوگ تھے جبرائیل نے کہا یہ آپ کی امت ہیں یہ ستر ہزار ان کے آگے ہیں ان کا کوئی حساب وکتاب نہیں اور نہ کوئی عذاب ہے۔ ہم نے کہا ان کا حساب کیوں نہیں؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو بدن پر داغ نہیں کرتے اور نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور نہ جانور سے شگون پکڑتے ہیں وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ عکاشہ بن محصن حضور کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہا حضور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اُن میں سے کردے۔ فرمایا اے اللہ! اس کو ان لوگوں میں سے کردے پھر آپ کے پاس ایک اور آدمی کھڑا ہو گیا اور کہا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے ان میں سے کردے فرمایا عکاشہ تم سے سبقت لے گیا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الرقاق)

صحیح مسلم میں یہ حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ وارد ہے۔ اس متن میں لَا یَرْقُوْنَ وَلَا یَسْتَرْقُوْنَ۔ یعنی جو نہ دم کریں گے اور نہ کسی سے دم کروائیں گے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

شیخ ابن تیمیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

وقد روی فیه: (ولا یرقون) وهو غلط، فان رقیاهم لغیرهم ولانفسهم حسنة، وکان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یرقی نفسه وغیره ولم یکن یسترقی، فان رقیته نفسه وغیره من جنس الدعاء لنفسه ولغیره، وهذا مأمور به، فان الأنبیاء کلهم سألوا اللّٰه و دعوه کما ذکر اللّٰه ذلک فی قصة آدم و ابراهیم و موسٰی وغیرهم. (مجموع فتاویٰ ابن تیمیة: ج ۱ ص: ۱۸۲ دارالوفاء: مصر ۱۴۲۶ھ ۲۰۰۵م)

اور (صحیح مسلم کی عبارت میں) ''جو نہ دم کریں'' کے زیادہ الفاظ ہے وہ راوی کی طرف سے خطا ہے، کیوں کہ اپنے اور دوسروں کے لئے دم کرنا ایک اچھا عمل ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اپنے او پر بھی دم کرتے اور دوسروں پر بھی، لیکن حضور نے کبھی دوسروں سے اپنے لئے درخواست نہ کی، حضور کا اپنے اور دوسروں کے لئے دم کرنا ایک طرح کا دعا مانگنا ہے، جو کہ ایک اچھا عمل ہے، جیسا کہ تمام انبیاء نے اللہ سے دعا کی، اس کا ذکر آدم، ابراہیم، موسیٰ علیہم السلام اور دوسروں کے تذکرے میں ملتا ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کی اس رائے کی روشنی میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''دم کرنا'' جائز ہے لیکن ''دوسروں سے دم کی درخواست کرنا'' ناجائز ہے۔ (ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک مریض دوسروں کو دم کرنے کی درخواست نہ کرے۔ لیکن دوسرا شخص اگر خود سے دم کرے تو یہ جائز ہے)

شیخ ابن تیمیہ کی عبارت سے یہ بات بھی واضح ہے کہ دم کرنا ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگنا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. (سورۂ نساء آیت ۶۴)

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے

معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس سے واضح ہوگیا کہ دوسرے مسلمانوں سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے اور ''دم'' بھی ایک طریقے کی دعا ہے تو ''دم'' کرنے کی درخواست کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے جس کو تکلیف ہو یا اُس کا کوئی مسلمان بھائی اس سے اپنی بیماری کی شکایت کرے تو کہے: ہمارا رب اللہ ہے جس کی حکومت آسمانوں میں بھی ہے۔ تیرا نام پاک ہے۔ تیرا حکم آسمانوں اور زمین میں ہے۔ تیری رحمت جیسی آسمانوں میں ہے ،ی ہی رحمت زمین میں فرما۔ ہماری غلطیوں اور خطاؤں کو معاف فرما۔ تو ہی پاک لوگوں کا رب ہے۔ اپنی رحمت میں سے رحمت اور اپنی شفا میں سے شفا اس تکلیف پر نازل فرما تا کہ یہ تندرست ہو جائے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الطب)

اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی مسلمان بیمار ہے تو وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو دعاء ''دم'' کرنے کی درخواست کرسکتا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وأجاب العلماء عن ذلک بأجوبة: أحدها الطبری والمازری وطائفة أنه محمول علی من جانب اعتقاد الطبائعیین فی أن الادویة تنفع بطبعها کما کان أهل الجاهلیة یعتقدون، وقال غیره: الرقی التی یحمد ترکها ما کان من کلام الجاهلیة وما الذی لا یعقل معناه لاحتمال أن یکون کفرا، بخلاف الرقی بالذکر ونحوه. وتعقبه عیاض وغیره بأن الحدیث یدل علی أن للسبعین ألفا مزیة علی غیرهم وفضیلة انفردوا بها عمن شارکهم فی أصل الفضل والدیانة، ومن کان یعتقد أن الأدویة تؤثر بطبعها او یستعمل

رقى الجاهلية و نحوها فليس مسلما فلم يسلم هذا الجواب. ثانيها قال الداودى وطائفة ان المراد بالحديث الذين يجتنبون فعل ذلک فى الصحة خشية وقوع الداء، وأما من يستعمل الدواء بعد وقوع الداء به فلا، وقد قدمت هذا عن ابن قتيبة وغيره فى "باب من اكتوى"، وهذا اختيار ابن عبد البر، غير أنه معترض بما قدمته من ثبوت الاستعاذة قبل وقوع الداء. ثالثها قال الحليمى: يحتمل أن يكون المراد بهؤلاء المذكورين فى الحديث من غفل عن أحوال الدنيا وما فيها من الأسباب المعدة لدفع العوارض، فهم لا يعرفون الاكتواء ولا الاسترقاء، وليس لهم ملجأ فيما يعتريهم الا الدعاء والاعتصام بالله، والرضا بقضائه، فهم غافلون عن طب الأطباء ورقى الرقاة ولا يحسنون من ذلک شيئا، والله أعلم. رابعها أن المراد بترک الرقى والكى الاعتماد على الله فى دفع الداء والرضا بقدره، لا القدح فى جواز ذلک لثبوت وقوعه فى الأحاديث الصحيحة وعن السلف الصالح لكن مقام الرضا والتسليم أعلى من تعاطى الأسباب، والى هذا نحا الخطابى ومن تبعه. قال ابن الأثير: هذا من صفة الأولياء المعرضين عن الدنيا و أسبابها و علائقها، وهؤلاء هم خواص الأولياء. ولا يرد على هذا وقوع ذلک من النبى صلى الله عليه وسلم فعلا و أمرا، لأنه كان فى أعلى مقامات العرفان و درجات التوكل فكان ذلک من للتشريع و بيان الجواز، ومع ذلک فلا ينقص ذلک من توكله لأنه كان كامل التوكل، لأن يقينا فلا يؤثر فيه تعاطى الأسباب شيئا، بخلاف غيره ولو كان كثير التوكل، لكن من ترک الأسباب وفوض وأخلص فى ذلک كان أرفع مقاما. (فتح البارى شرح صحيح البخارى: ج ١٦ ص: ٢٨٣ دارالفكر، بيروت)

وہ لوگ جو اس حدیث کی روشنی میں دم (رقیہ) کو نا جائز کہتے ہیں، ان کا جواب علما

نے دیا ہے جن میں (۱) امام طبری اور امام مازری نے کہا کہ یہ ''دم'' ممانعت نہیں ہے کہ بلکہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو دورِ جاہلیت میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ دوا میں بالذات نفع کی قوت ہے (۲) قاضی عیاض نے فرمایا کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ (دم کرنے کی ممانعت) مراد لیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان ستر ہزار کی فضیلت اس لئے بیان فرمائی ہے کیوں کہ وہ بنا کسی حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے چہرے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ اگر ان ستر ہزار کی مراد اس وجہ سے ہوتی جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا تو پھر ستر ہزار ہی کی تعداد کیوں؟ یہ عقیدہ تو ہر مسلمان کا ہوتا ہے۔ (کہ دم اور تعویذ میں بالذات کوئی طاقت نہیں) (۳) علماء نے فرمایا کہ اس ''دم'' کی ممانعت کی گئی ہے، جس میں دورِ جاہلیت کے کلمات ہوں کیوں کہ اس میں کفریہ الفاظ ہونے کی گنجائش ہے (۴) ان لوگوں نے ''دم'' اس لئے نہیں کروایا کیوں کہ ان کا پریشانی اور بیماری میں اللہ پر توکل ہے اور اللہ کے قدر پر راضی ہیں اور اس کی وجہ سے ''دم'' کے جواز کی نفی نہیں ہوتی ہے۔ کیوں کہ اس کا جواز حدیث اور سلف صالحین سے ثابت ہے۔

اب یہ بات واضح ہوگئی کہ ان ستر ہزار افراد کی فضیلت اس لئے ہے کیوں کہ ان کو بنا حساب کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ جہاں تک دم (رقیہ) کا سوال ہے وہ متعدد احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ پہلے صفحات میں گزرا ہے۔

سوال (۳) اس حدیث کا کیا معنی ہے جس کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معوذات (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کے علاوہ دوسرے کسی بھی ''دم'' کو ناپسند فرمایا؟

جواب: اس حدیث کو امام ابوداؤد نے نقل فرمایا ہے۔ عبدالرحمٰن بن حرملہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دس باتوں کو ناپسند فرمایا کرتے: خلق کی زردی، سفید بالوں کو بدلنے، ازار گھسیٹنے، سونے کی انگوٹھی پہننے، غیروں کو دکھانے کے لیے عورتوں کا سنگار کرنا، گوٹوں سے کھیلنا، معوذات کے سوا اور چیزوں سے دم کرنا، گنڈے باندھنا، دوسری جگہ پانی ڈالنا یا غلط جگہ پانی (منی) ڈالنا اور بچے کی صحت بگاڑ دینا، لیکن یہ حرام نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الخاتم)

محدثین نے اس حدیث کو منکر فرمایا ہے۔ مذکورہ صفحات میں ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معوذات (سورۃ الفلق، سورۃ الناس) کے علاوہ دوسری دعاؤں کی بھی تلقین فرمائی۔

رقیہ اور توکل

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

حدثنا عمرو بن علي حدثنا يحيى بن سعيد القطان حدثنا المغيرة بن أبي قرة السدوسي قال سمعت أنس بن مالك يقول قال رجل يا رسول الله أعقلها و أتوكل أو أطلقها وأتوكل قال اعقلها وتوكل. (سنن الترمذي: كتاب صفة القيامة والرقائق والورع: رقم الحديث ٢٥١٧)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا میں اونٹ باندھوں اور توکل کروں یا کھول کر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا باندھ کر توکل کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی طاقت اور وسائل کا استعمال کرتے ہوئے اپنے مقصد کی طرف بڑھنا چاہیے، لیکن اپنی طاقت اور وسائل کو کامیابی کا حقیقی ذریعہ نہ سمجھنا چاہیے، بلکہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کے بعد اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔

بعض لوگ توکل کے معنی کو نہ سمجھتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ علاج کے لئے دوا اور دعا کا استعمال کرنا توکل کے خلاف ہے، لیکن ان کا یہ قول صحیح نہیں کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود دم و دوا کی تعلیم فرمائی۔

حدیث: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوا دونوں کو اتارا ہے اور ہر بیماری کی دوا بنائی ہے۔ پس علاج کروایا کرو لیکن حرام دوا سے علاج نہ کیا کرو۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الطب)

حدیث: ابوحازم سے روایت ہے کہ انہوں نے سہل بن ساعد ساعدی سے سنا حالانکہ

لوگوں نے ان سے پوچھا تھا جب کہ میرے اور سعد کے درمیان کوئی حائل نہ تھا کہ کس چیز سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زخم کا علاں کیا گیا تھا۔ سعد نے کہا اے مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہ رہا۔ علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لاتے تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرہ انور سے خون دھوتی تھیں پھر چٹائی لے کر اسے جلایا گیا اور اس کے ساتھ زخم بھر دیا گیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الوضو)

کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ کسی کو توکل ہوسکتا ہے؟ جب انہوں نے راکھ کا استعمال کرتے ہوئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر چوٹ کا علاج کیا تب حضور علیہ السلام نے انہیں منع نہ فرمایا۔

ایک حدیث کے مطابق حضور نے علاج کے لئے داغ لگوانے کی اجازت دی جب کہ دوسری حدیث میں اس کی ممانعت فرمائی۔

واضح ہو کہ دم کروانا یا دوا لینا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ اگر توکل کے معنی خاموش رہتے ہوئے دوسروں سے دعا کی درخواست نہ کرنا ہوتا، تب عکاشہ بن محصن نے (ستر ہزار افراد والی حدیث) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست نہ کی ہوتی۔

اب یہ بات ثابت ہوئی کہ دوا اور دم (رقیہ) حضور کی سنت ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

حدثنا حميد بن مسعدة حدثنا يزيد بن زريع أخبرنا معمر عن الزهرى عن أنس أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم كوى أسعد بن زرارة من الشوكة قال أبو عيسى وفى الباب عن أبى و جابر و هٰذا حديث حسب غريب.

(سنن الترمذى: كتاب الطب: باب ماجاء فى الرخصة فى ذلك: رقم الحديث ٢٠٥٠)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسعد بن زرارہ کو سرخ پھنسی کی بیماری میں داغا۔

تِوَلَہ

تولہ کا معنیٰ

امام احمد بن محمد خطابی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

التولة يقال أنه ضرب من السحر؛ قال الأصمعي وهوالذى يحبب المرأة الى زوجها. (معالم السنن: أحمد بن محمد الخطابى: ج ۴ ص ۲۲٦، المطبعة العلمية. حلب: ۱۳۵۱ھ۔ ۱۹۳۲)

تولہ جادو کی ایک قسم ہے اصمعی نے کہا یہ وہ چیز ہے جس کی وجہ سے خاوند کے دل میں عورت کی محبت ڈال دی جاتی ہے۔

امام ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ٦۰٦ھ/۱۲۱۰ء) تحریر فرماتے ہیں:

ما يحبّب المرأة الى زوجها من السّحر وغيره، جعله من الشرک لاعتقادهم أن ذلک يؤثر و يفعل خلاف ما قدّره اللّٰه تعالٰى. (النهاية: ابن الأثير الجزرى: ج ۱ ص: ۲۰۰ دارالکتب العلمية: بيروت: ۱۴۱۸ھ)

(تولہ) ایک طرح کا سحر ہے جس کی وجہ سے خاوند کے دل میں عورت کی محبت ڈال دی جاتی ہے۔ اس کو شرک اس وجہ سے کہا گیا کہ جو لوگ اس کا استعمال کرتے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اس سے اللہ کی تقدیر کو رد کیا جا سکتا ہے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

التولة: ضرب من السحر. قال الأصمعي: وهو الذى يحبب المرأة الى زوجها. (شرح السنة البغوى، ج ۱۵۸ ـ ۱۵۹، المكتب الاسلامى، بيروت، ۱۴۰۳ھ)

تولہ جادو کی ایک قسم ہے اصمعی نے کہا یہ وہ چیز ہے جس کی وجہ سے خاوند کے دل میں عورت کی محبت ڈال دی جاتی ہے۔

نشرہ

نشرہ کا معنی

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

روی عن جابر قال: سئل رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) عن النشرۃ، فقال: "ھو من عمل الشیطان". والنشرۃ: ضرب من الرقیۃ یعالج بھا من کان یظن بہ مس الجن، سمیت نشرۃ لأنہ ینشر بھا عنہ، أی: یحل عنہ ما خامرہ من الداء، وکرھھا غیر واحد، منھم ابراھیم. وحکی عن الحسن أنہ قال: النشرۃ من السحر، وقال سعید بن المسیب: لا بأس بھا.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نشرہ شیطان کا عمل ہے۔ نشرہ ایک قسم کا دم ہے، جس شخص کے متعلق یہ گمان ہو کہ اس کو جن کا آسیب ہے اس سے اس کا علاج کیا جاتا ہے، متعدد فقہا نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ حسن نے کہا کہ یہ جادو ہے، سعید بن میتب نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

قال قتادۃ قلت لسعید بن المسیب رجل بہ طب أو یؤخذ عن امرأتہ أیحل عنہ أو ینشر قال لا بأس بہ انما یریدون بہ الاصلاح فأما ما ینفع الناس فلم ینہ عنہ.

(صحیح البخاری. کتاب الطب. باب ھل یستخرج السحر، تعلیقاً)

اور قتادہ نے کہا میں نے سعید بن میتب سے کہا ایک آدمی پر جادو کر دیا گیا ہے یا وہ اپنی بیوی کے پاس جانے سے روک دیا گیا ہے۔ تو کیا اس سے جادو نکال باہر کیا جائے۔ انہوں نے کہا اس میں کچھ حرج نہیں وہ اس توڑ سے صرف اصلاح چاہتے ہیں بہر حال جو چیز نفع دے اس سے منع نہیں کیا گیا۔

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

والنشرة: حل السحر عن المسحور وهي نوعان: حل سحر بسحر مثله، وهو الذی من عمل الشيطان، فان السحر من عمله، فيتقرب اليه الناشر والمنتشر بمايحب، فيبطل عمله عن المسحور، والثاني: النشرة بالرقية والتعوذات والدعوات والأدوية المباحة، فهذا جائز، بل مستحب. (فتاوی امام المفتين و رسول رب العالمين، ابن قيم الجوزية، ص ۲۰۷۔۲۰۸ دار ابن حزم، بيروت)

نشرہ ایک قسم کا سحر ہے جس کا استعمال مسحور (جس کے اوپر سحر ہو) کے علاج میں ہوتا ہے۔اوراس کے دواقسام ہیں پہلاسحر کوسحر سے کاٹنااور یہ شیطان کا عمل ہے،وہ جو اس طرح کا نشرہ اپنے عمل میں لائے یا جس کے لئے لایاجائے دونوں شیطان قریب ہوجاتے ہیں جس سے شیطان سحر کے اثرات کو باطل کرتا ہے۔نشرہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ جس میں رقیہ اور تعویذودعاءاورمباح دوا کا استعمال کیا جاتا ہے۔پس یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

شیخ ابن قیم جوزیہ کی اس تحریر سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ نشرہ کی دوقسم ہوتی ہیں ۔ایک جائزاوردوسری ناجائز

نشرہ کے استعمال کا طریقہ

امام قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۷۱ھ/۱۲۷۳ء) تحریرفرماتے ہیں:

أوّل الصافات، و(قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ)، والمعوذتين. تكتب في اناء نظيف ثم تغسل ثلاث مرات بماء نظيف ثم يحثو منه الوجع ثلاث حَثَوات ثم يتوضأ منه كوضوئه للصلاة ويتوضأ قبل وضوئه للصلاة حتى يكون على طهر قبل أن يستشفى اللّٰه عزوجل؛ يفعل ذلک ثلاثة أيام. (تفسير الجامع لاحكام القرآن: القرطبي: سورة بني اسرائيل: آية ۸۲)

ایک صاف برتن پر سورۂ اخلاص اور معوذتین دم کر کے اس برتن کو پانی سے بھرا جائے، اس پانی سے وہ شخص وضو کرے جو پہلے سے وضو کی حالت میں ہو، اس پانی سے اپنا سر اور ہاتھ دھوئے، اس پانی کا استعمال غسل یا طہارت کے لئے نہ کرے، لیکن اس پانی کو پیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاء کی دعا کی جائے، یہ عمل تین دن تک کرے۔

سوال: اس حدیث کا کیا معنی ہے جس میں نشرہ کو شیطان کا عمل قرار دیا گیا ہے؟

جواب: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

حدثنا أحمد بن حنبل حدثنا عبدالرزاق حدثنا عقیل بن معقل قال سمعت وهب بن منبه یحدث عن جابر بن عبداللّٰه قال سئل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن النشرة فقال هو من عمل الشیطان. (سنن أبی داود: کتاب الطب: باب فی النشرة: رقم الحدیث: ۳۸۶۸، دار الفکر: ۱۴۱۵ھ۱۹۹۵م)

وہب منبہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نشرہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: وہ تو شیطانی کام ہے۔

اس حدیث کی شرح میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال ابن عبدالبر: وهذه آثار لینة ولها وجوه محتملة، وقد قیل: ان هذا محمول علی ما اذا کانت خارجة عما فی کتاب اللّٰه وسنة رسوله علیه السلام، وعن المداوة المعروفة. والنشرة من جنس الطب فهی غسالة شیٔ له فضل، فهی کوضوء رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، وقال صلی اللّٰه علیه وسلم: ”لا بأس بالرُّقی ما لم یکن فیه شرک ومن استطاع منکم أن ینفع أخاه فلیفعل.“ قلت: قد ذکرنا النص فی النشرة مرفوعا وأن ذلک لا یکون الا من کتاب اللّٰه فلیعتمد علیه. (تفسیر الجامع الاحکام القرآن:

القرطبي: سورة بني اسرائيل: آیت ۲۸)

حافظ ابن عبدالبر نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ اگر ایسی چیز کو پڑھ کر دم کیا جائے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خارج ہو اور اس میں غیر شرعی کلمات ہوں تو پھر وہ عمل شیطان سے ہے۔نشرہ ایک طریقے کا علاج (طب ہے) اور غسالہ (دھوون) سے جو نفع ملتا ہے وہ اسی طریقے کا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کے استعمال کیا ہوا پانی۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس ''دم'' (رقیہ) میں شرک نہ ہو، اس سے نفع حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔وہ نشرہ جو کتاب اللہ سے ہو اس میں کوئی حرج نہیں۔

نظر بد سے بچنے کا طریقہ

شیخ ابن قیم جوزیہ (متوفی ۷۵۱ھ/۱۳۴۰ء) تحریر فرماتے ہیں:

في ستر محاسن من يخاف عليه العين بما يردها عنه ومن علاج ذلك أيضاً والاحتراز منه ستر محاسن من يخاف عليه العين بما يردُّها عنه، كما ذكر البغوي في كتاب ((شرح السُّنَّة)): أن عثمان رضي الله عنه رأى صبياً مليحاً، فقال: دَسِّمُوا نُونَتَه، لئلا تصيبه العين. (زاد المعاد: ابن القيم الجوزية: ج ۳، ص۱۵۷ دار الفكر: بيروت)

امام بغوی نے کتاب شرح السنہ میں لکھا ہے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک خوبصورت بچے کو دیکھا، تو فرمایا، اس کی ٹھوڑی میں سیاہ داغ لگا دو، تا کہ اسے نظر نہ لگ جائے۔

تعویذ

تعویذ سے مراد قرآن شریف، حدیث شریف یا دوسرے جائز کلمات کو کاغذ یا چمڑے پر لکھ کر شفاء کے لئے استعمال کرنا ہے۔

حدیث شریف سے تعویذ کا جواز

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

حدثنا علی بن حجر حدثنا اسماعیل بن عیاش عن محمد بن اسحق عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال اذا فرغ احدکم فی النوم فلیقل أعوذ بکلمات اللّٰه التامات من غضبه و عقابه و شر عباده ومن همزات الشیطان و أن یحضرون فانها لن تضره قال وکان عبداللّٰه بن عمرو یعلمها من بلغ من ولده ومن لم یبلغ منهم کتبها فی صک ثم علقها فی عنقه قال أبو عیسی هذا حدیث حسن غریب. (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، ج۵، رقم الحدیث ۳۵۲۸، دار احیاء التراث العربی. بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند میں ڈر جاتا ہو تو وہ یہ کہے: أعوذ بکلمات اللّٰه التامات من غضبه و عقابه و شر عباده ومن همزات الشیطان و أن یحضرون.

حضرت عبداللہ بن عمر اپنے سمجھ دار بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے اور نا سمجھ بچوں کے گلے میں یہ کلمات لکھ کر لٹکا دیتے تھے۔

اس حدیث کو مندرجہ ذیل محدثین نے اپنی کتاب میں مختلف سند اور متن کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

۱- امام بخاری۔ خلق افعال العباد

۲- امام ترمذی۔ سنن ترمذی، حدیث ۳۵۲۸

۳- امام ابن ابی شیبہ۔ مصنف، حدیث ۳۲۶۱

۴- امام ابوداؤد۔ سنن، حدیث ۳۸۹۳

۵- امام احمد ابن حنبل۔ مسند، حدیث ۶۸۹۵ (علامہ احمد شاکر نے اس سند کو حسن قرار دیا ہے)

۶- امام حاکم۔ مستدرک، جلد ۱ ص ۵۴۸ (حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور ذہبی نے اس پر جرح نہیں کی)

۷- امام بیہقی۔ کتاب الآداب، حدیث ۹۹۳

۸- امام بغوی۔ مصابیح السنہ، جلد ۲ ص ۲۱۶

۹- امام تبریزی۔ مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۲۳۷۷

۱۰- امام منذری۔ الترغیب والترہیب، حدیث ۲۳۸۴

۱۱- امام نسائی۔ عمل الیوم واللیلہ، حدیث ۷۶۵

۱۲- امام منذری۔ مختصر سنن ابوداؤد، حدیث ۳۷۴۴

۱۳- امام رازی۔ تفسیر کبیر، سورہ مومنون، آیت ۹۷

۱۴- امام نووی۔ الاذکار

۱۵- امام سید محمد علوسی۔ تفسیر روح المعانی، سورہ مؤمنون آیت ۹۷

۱۶- امام ابن کثیر۔ تفسیر، سورہ مؤمنون آیت ۹۷

۱۷- امام ذہبی۔ الطب النبوی، ص ۲۸۱

۱۸- شیخ ابن قیم جوزیہ۔ زاد المعاد

۱۹- قاضی شوکانی۔ تفسیر، سورہ مؤمنون آیت ۹۷

۲۰- نواب صدیق حسن خان بھوپالی۔ تفسیر، سورہ مؤمنون آیت ۹۷

۲۱- شیخ البانی۔ صحیح سنن ترمذی، حدیث ۲۷۹۳

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ایک دوسری سند کے ساتھ بیان کیا ہے جس میں محمد بن اسحاق موجود نہیں ہیں۔

امام بخاری نقل فرماتے ہیں:

قال أحمد بن خالد ثنا محمدبن اسماعيل عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال كان الوليد بن الوليد رجل يفزع فى منامه وذكر ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له النبى صلى الله عليه وسلم اذا اضطجعت فقل بسم الله أعوذ بكلمات الله التامة من غضبه وعقابه ومن همزات الشياطين وأن يحضرون فقالها فذهب ذلك عنه وكان عبدالله بن عمر رضى الله تعالى عنهما من بلغ من بنيه علمه اياهن ومن كان منهم صغير الايعيها كتبها وعلقها فى عنقه. (خلق أفعال العباد، ص ۸۹، مؤسسة الرسالة، بيروت، ۱۴۱۱ھ)

احمد بن خالد روایت کرتے ہیں اسمٰعیل سے جو بیان کرتے ہیں عمر ابن شعیب سے جو بیان کرتے ہیں اپنے والد سے جو بیان کرتے ہیں اپنے دادا سے، انہوں نے کہا ولید بن ولید نیند میں ڈر جایا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایک دعا کی تعلیم فرمائی، جس کے الفاظ یہ ہیں: **بسم الله أعوذ بكلمات الله التامة من غضبه وعقابه ومن همزات الشياطين وأن يحضرون.** اس دعا کے پڑھنے سے ان کا خوف جاتا رہا ۔حضرت عبداللہ بن عمر اپنے سمجھدار بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے اور نا سمجھ بچوں کے گلے میں یہ کلمات لکھ کر لٹکا دیتے تھے۔

جن کے نزدیک تعویذ پہنا شرک ہے، اس حدیث پر غور و فکر کریں کہ اس حدیث کو جلیل القدر فقہاء و محدثین میں سے کسی نے ضعیف نہ کہا اور نہ صرف روایت کی، بلکہ اس کی روشنی میں تعویذ کے جواز کو ثابت کیا۔ کیا ان تمام فقہاء اور محدثین کو شریعت کا علم نہ تھا؟ کیا ان لوگوں نے شرک اور ناجائز عمل کو فروغ دیا؟ وہ لوگ جوامت مسلمہ کو شرک و بدعت کے نام پر

تقسیم اور کمزور کر رہے ہیں، ان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور من مانی طریقے سے چیزوں کو حرام نہ کہنا چاہیے۔

سنن ترمذی کے حدیث پر علماء کی رائے

امام علی القاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) تحریر فرماتے ہیں:

وهذا أصل تعليق التعويذات التى فيها أسماء الله تعالى. (مرقاة المفاتيح، على القارى، ج۵، ص ۳۸۴، دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۲۲ھ۔ ۲۰۰۱م)

جن تعویذات میں اللہ تعالیٰ کے اسماء ہوں ان کو لٹکانے کے لے یہ حدیث اصل ہے۔

امام ذہبی، اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

والكلام على الكراهة وعدمها اذا اعتقد أحد أنها تنفع بنفسها أو تضر أو كان فيها ما لا يعرف كما تقدم. (الطب النبوى: الذهبى: ص ۲۸۱، داراحياء العلوم: بيروت: ۱۴۰۶ھ)

اور اس کے مکروہ یا غیرہ مکروہ ہونے کا حکم اس وقت ہے کہ جب کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ تعویذ بنفسہٖ نفع یا ضرر پہنچاتا ہے، یا اس میں ایسے کلمات ہوں جن کا معنیٰ معلوم نہ ہو۔

شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری (متوفی ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۱ء) تحریر فرماتے ہیں:

قال الشيخ عبدالحق الدهلوى فى اللمعات: هذا هو السند فى ما يعلق فى أعناق الصبيان من التعويذات وفيه كلام، وأما تعليق الحرز والتمائم مما كان من رسوم الجاهلية فحرام بلا خلاف انتهى. (تحفة الأحوذى: عبدالرحيم المباركفورى: ج۴، ص ۴۷۳، دار احياء التراث العربى، بيروت: ۱۴۱۹)

شیخ عبدالحق دہلوی نے لمعات میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں بچوں کے گلوں میں تعویذ

لٹکانے کی دلیل ہے، لیکن رسوم جاہلیت کے مطابق حرز اور کوڑیوں کو لٹکانا بالاتفاق حرام ہے۔

شیخ ابن قیم جوزیہ اس حدیث کو نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں:

ولا يخفى مناسبةُ هذه العوذة لعلاج هذا الداءِ. (زاد المعاد: ابن القيم الجوزية: ج ۴، ص ۱۶۷، دار الفكر: بيروت)

اس بیماری (خواب میں ڈرنے) کے لئے اس تعویذ کے علاج کی مناسبت مخفی نہیں ہے۔

تعویذ کے متعلق سلف صالحین کی رائے

(۱) حدثنا ابو بكر قال حدثنا عقبة بن خالد عن شعبة عن أبى عصمة قال: سألت سعيد بن المسيب عن التعويذ فقال: لا بأس اذا كان فى اديم.

(المصنف: ابن أبى شيبة: كتاب الطب: من رخص فى تعليق التعاويذ: ج ۱۲، ص ۷۴، دار قرتبة: بيروت)

ابوعصمہ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے تعویذ کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا جب اس کو گردن میں لٹکا لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) حدثنا أبو بكر قال حدثنا ابن نمير عن عبد الملك عن عطاء فى الحائض يكون عليها التعويذ، قال: ان كان فى أديم فلتنزعه، وان كان فى قصبة فان شاء ت وضعته وان شائت لم تضعه. (ايضاً)

عطا سے اس حائض عورت کے متعلق سوال کیا گیا جس پر تعویذ ہو، انہوں نے کہا اگر وہ چمڑے میں ہو تو وہ اس کو اتار لے اور اگر وہ چاندی کی نلکی (یا ڈبیا) میں ہو تو اگر چاہے تو وہ اس کو رکھ دے اور اگر چاہے تو نہ رکھے۔

(۳) حدثنا أبو بكر قال حدثنا وكيع عن اسرائيل عن ثوير قال كان مجاهد يكتب الناس التعويذ فيعلقه عليهم. (ايضاً)

مجاہد عوام الناس کے لئے تعویذ لکھ کر لٹکانے کے لئے دیا کرتے تھے۔

(۴) حدثنا أبوبكر قال حدثنا عبيدالله عن حسن عن جعفر عن أبيه أنه كان لا يرى بأسا أن يكتب القرآن فی أديم يعلقه. (ايضاً)

ابوجعفر نے قرآن سے تعویذ لکھنے اور لٹکانے کے متعلق کوئی برائی نہیں دیکھی۔

(۵) سنن ترمذی کی حدیث جو پچھلے صفحات میں گزری۔

(۶) حدثنا أبوبكر قال حدثنا عبدالرحيم بن سليمان عن اسماعيل بن مسلم عن ابن سيرين أنه كان لا يرى بأسا بالشیء من القرآن.

ابن سرین نے قرآن سے (تعویذ) لکھنے اور لٹکانے میں کوئی قباحت نہیں پائی۔

(۷) حدثنا أبوبكر قال حدثنا عفان قال حدثنا وهيب قال حدثنا أيوب أنه رأی فی عضد عبيدالله بن عبدالله عمر خيطا.

حضرت ایوب نے فرمایا کہ انہوں نے دیکھا کہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر نے اپنے ہاتھ پر دھاگا باندھا ہوا تھا۔

(۸) حدثنا أبوبكر قال حدثنا يحيى بن آدم قال حدثنا حسن عن ليث عن عطاء قال: لا بأس أن يعلق القرآن.

حضرت عطاء رحمۃ اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن لکھ کر باندھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

(۹) حدثنا أبوبكر قال حدثنا يحيى بن آدم عن أبان بن ثعلب عن يونس بن خباب قال: سألت أبا جعفر عن التعويذ يعلق على الصبيان، فرخص فيه.

حضرت ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ سے بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانے کے متعلق کسی نے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۱۰) حدثنا أبوبكر قال حدثنا اسحاق الأزرق عن جويبر عن الضحاک لم يكن يرى بأسا أن يعلق الرجل الشئ من كتاب الله اذا وضعه عندالغسل وعند الغائط.

(المصنف: ابن أبی شیبة: کتاب الطب: من رخص فی تعلیق التعاویذ: ج ۱۲، ص ۷۴، دار قرتبة: بیروت)

جو یبر بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کتاب اللہ سے لکھ کر تعویذ لٹکائے اور غسل کے وقت اور بیت الخلاء کے وقت اس کو اتار دے تو تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تعویذ کے متعلق ائمہ کی رائے

امام ابن عبدالبر تحریر فرماتے ہیں:

وقد قال مالک رحمه الله لا بأس بتعليق الكتب التى فيها أسماء الله عزوجل على أعناق المرضى على وجه التبرک بها اذا لم يرد معلقها بتعليقها مدافعة العين وهذا معناه قبل أن ينزل به شئ من العين ولو نزل به شئ من العين جاز الرقى عند مالک. (التمهيد: ابن عبدالبر: ج ۱۷، ص ۱۶۱، مؤسسة القرطبه: وزارة الأوقاف: المغرب)

امام مالک نے کہا جب تعویذ لٹکانے سے یہ ارادہ نہ ہو کہ اس سے نظر نہیں لگے گی یا کوئی بیماری نہیں ہوگی تو تعویذ لٹکانا جائز ہے، کسی بھی تندرست آدمی کے گلے میں تعویذ لٹکانا جائز نہیں ہے، اور کسی مصیبت کے نازل ہونے کے بعد گلے میں تعویذ لٹکانا جائز ہے، جب کہ اس تعویذ میں اللہ تعالیٰ کے اسماء لکھے ہوئے ہوں اور اس توقع پر تعویذ لٹکایا جائے کہ اس سے مصیبت ٹل جائے گی اور شفا حاصل ہوگی۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وقد يستدل للاباحة بحديث عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده. (المجموع شرح المهذب: النووی: ج ۲، ص ۸۸، دار الفکر: بیروت ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۷م)

عمر بن شعیب کی اس حدیث سے تعویذ کے جواز کی دلیل ملتی ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

هذا كله في تعليق التمائم وغيرها مما ليس فيه قرآن ونحوه، فاما فيه ذكر الله فلا نهي فيه فانه انما يجعل للتبرك به والتعوذ بأسمائه وذكره، وكذلك لا نهي عما يعلق لأجل الزينة مالم يبلغ الخيلاء أوالسرف. (فتح الباري شرح صحيح البخاري: الحافظ ابن حجر: ج ۶، ص ۱۴۲، دارالفكر: بيروت)

وہ تمائم جس میں قرآن اور ذکر اللہ کے الفاظ ہوں ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ تبرک کے مانند ہے اور ان تعویذ میں اللہ کا نام اور ذکر ہوتا ہے۔

امام احمد دردیر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۷ء) تحریر فرماتے ہیں:

(و) تجوز (التميمة) اى الورقة المشمولة (بشيئ من ذلك المذكور من أسمائه تعالى والقرآن لمريض و صحيح وحائض ونفساء وبهيمة بعد جعلها فيما يقيها. (الشرح الصغير للدردير ومعه حاشية الصاوى: ج ۴، ص ۷۶۸، دار المعارف. القاهرة، ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶م)

وہ تمائم (تعویذ) جس میں اللہ کے نام اور قرآن کے الفاظ ہوں، ان کا استعمال مریض، تندرست، حائض اور جانوروں کے لئے کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ کسی حفاظت کرنے والی چیز میں بند ہو۔

ناپاکی کی حالت میں تعویذ کا استعمال

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وسئل سعيد بن المسيب عن الصحف الصغار يكتب فيه القرآن، فيعلق على النساء والصبيان؟ فقال: لاباس بذلك اذا جعل فى كير من

ورق، أو حديد، أو يخرز عليه.(شرح السنة، البغوی، ج ۱۲، ص ۱۵۸ - ۱۵۹، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۳ھ)

سعید بن مسیب سے سوال کیا گیا کہ عورتوں اور چھوٹے بچوں کے گلوں میں ایسے تعویذ لٹکائے جائیں جن میں قرآن مجید لکھا ہوا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا جب وہ تعویذ چمڑے میں منڈھا ہوا ہو یا لوہے کی ڈبیہ میں ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

قال مالک "لا بأس بما یعلق علی النساء الحیض والصبیان من القرآن اذا جعل فی کن کقصبة حدید أو جلد یحرز علیه". (المجموع شرح المهذب : النووی: ج ۲، ص ۸۸، دار الفکر: بیروت ۱۴۱۷ھ - ۱۹۹۷م)

اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ حائض عورتوں یا بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکایا جائے۔ بشرطیکہ تعویذ کسی لوہے یا چمڑے میں بند ہو۔

امام سید ابن عابدین شامی (متوفی ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء) کی رائے

الجواز عمل الناس الیوم وبه وردت الآثار ولا بأس بأن یشد الجنب والحائض التعاویذ علی العضد اذا کانت ملفوفة. (ردالمحتار، ابن عابدین، ج ۹، ص ۵۲۳، دار الکتب العلمیة، بیروت ۱۴۱۵ھ - ۱۹۹۴م)

لوگوں کے اعمال اس کے جواز پر ہے کہ جنبی یا حائض کے بازو پر تعویذ بندھا ہوا ہو اور وہ کسی چیز میں لپٹا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۶ء) لکھتے ہیں کہ:

وفی الهندية لا بأس بتعلیق التعويذ ولكن ينزع عند الخلاء والقربان اه غرائب اذا أرادت المرأء أن تصنع التعويذ ليحبها زوجها بعد ما كان بغضها ذكر فی الجامع الاصفر أن ذلك حرام لايحل. (حاشية الطهطاوی

على الدر المختار، ج ۴، ص ۱۸۳ دار المعرفة، بيروت، ۱۳۹۵ ھ، ۱۹۷۵م)

ہندیہ میں مذکور ہے کہ تعویذ لٹکانا جائز ہے لیکن بیت الخلاء جاتے وقت یا عمل زوجیت کے وقت تعویذ اتار لینا چاہیے۔

نوٹ: یہ اس صورت پر محمول ہے جب تعویذ کپڑے یا چمڑے میں سلا ہوا نہ ہو یا کسی دھات کی ڈبیا میں بند نہ ہوں۔

بخار کی تعویذ۔ امام احمد بن حنبل کا تجربہ

شیخ ابن قیم جوزیہ لکھتے ہیں:

قال المروزی بلغ أبا عبدالله أنی حممت، فكتب لی من الحمی رقعة فيها بسم الله الرحمن الرحيم، بسم الله، وبالله، محمد رسول الله، (قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ. وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ. (الانبياء: ۶۹ ـ ۷۰) اَللّٰهم رب جبرائيلَ، وميكائيلَ، واسرافيلَ، اشفِ صاحبَ الكتاب بحولك وقوتك وجبروتك، اله الحق آمين.

(زادالمعاد: ابن القيم الجوزية: ج ۴، ص ۲۹۱ دارالكفر: بيروت)

ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبل) کو یہ خبر پہنچی کہ مجھے بخار چڑھ گیا تو انہوں نے مجھے بخار کے لئے ایک کاغذ لکھ کر بھیجا جس میں یہ لکھا ہوا تھا: بسم الله الرحمن الرحيم بسم الله وبالله، محمد رسول الله قلنا یانار کونی برداوسلاماً علیٰ ابراهیم۔ واراد وابه کیدا فجعلنٰهم الاخسرین (الانبیاء۷۰-۶۹) اللهم رب جبرائیل ومیکائیل، واسرافیل، اشف صاحب هذا الكتاب بحولك وقوتك وجبروتك له الحق وامین۔

شیخ ابن قیم تحریر فرماتے ہیں:

قال المروزی: وقرأ علی أبی عبدالله وأنا أسمعُ أبو المنذر عمرو بن مجمع، حدثنا یونس بن حبان، قال سألت أبا جعفر محمد بن علی، أن اعلق التعویذ، فقال: ان کان من کتاب الله أو کلام عن نبی الله فعلقه واستشفِ به ما استطعت. قلتُ: أکتب هذه من حمی الربع: باسم الله، وبالله. ومحمد رسول الله ... الی آخره؟ قال: ای نعم. وذکر أحمد عن عائشة رضی الله عنها وغیرها، أنهم سهلوا فی ذلک. قال حربٌ: ولم یشدد فیه أحمد بن حنبل. قال أحمد: وکان ابن مسعود یکرهه کراهة شدیدة جدًا: وقال أحمد وقدسئل عن التمائم تعلق بعد نزول البلاء؟ قال: أرجو ان لا یکون به باس الخلال: وحثنا عبدالله بن أحمد قال: رأیت أبی یکتب التعویذ للذی یفزع، وللحمی بعد وقوع البلاء. (زاد المعاد: ابن القیم الجوازیة: ج۴، ص ۲۹۱، دارالکفر: بیروت)

مروزی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ یونس بن حیان نے ابوجعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ آیا میں تعویذ لٹکاؤں؟ انہوں نے کہا اگر وہ تعویذ اللہ کی کتاب سے ہو، یا اللہ کے نبی کے کلام سے ہوتو اس کو لٹکالو، اور حسب استطاعت اس سے شفا طلب کرو، میں نے کہا میں بخار کا تعویذ اس طرح لکھتا ہوں۔ باسم الله وبالله ومحمد رسول الله الخ۔ انہوں نے کہا درست ہے۔ امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس معاملہ میں نرمی کی ہے۔

حرب نے کہا امام احمد بن حنبلؒ نے اس معاملہ میں سختی نہیں کی، امام احمد نے کہا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں بہت سختی کرتے تھے اور ان سے ان تعویذات کے متعلق سوال کیا گیا جو مصائب نازل ہونے کے بعد لٹکائے جاتے ہیں تو انہوں نے کہا مجھے امید ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

خلال نے کہا ہم سے عبداللہ بن (امام) احمد نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد (امام احمد) کو مصائب نازل ہونے کے بعد ان لوگوں کے لئے تعویذ لکھتے ہوئے دیکھا ہے جو ڈر جاتے تھے اور جن کو بخار چڑھ جاتا تھا۔

وضع حمل کی تعویذ

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

ویذکر عن عکرمة، عن ابن عباس قال: مرّ عیسی صلی اللہ علی نبینا وعلیه وسلم علی بقرة قد اعترض ولدها فی بطنها، فقالت: یا کلمة اللہ، ادع اللہ لی أن یخلصنی مما أنا فیه. فقال: یا خالق النفس من النفس ویا مخلص النفس من النفس ویا مخرج النفس من النفس، خَلِّصْهَا، قال: فرمت بولدها، فاذا هی قائمة تشمه. قال: فاذا عسر علی المرأة ولدها، فاکتبه لها. وکل ماتقدم من الرقی، فان کتابته نافعة. (زادالمعاد: ابن القیم الجوزیة: ج۴، ص ۲۹۱، دارالفکر: بیروت)

عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ایک گائے کے پاس سے گزر ہوا، اس کے پیٹ میں اس کا بچہ پھنسا ہوا تھا (وضع حمل میں مشکل ہو رہی تھی) اس گائے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے کلمۃ اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے جس میں، میں مبتلا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: یا خالق النفس من النفس، ویا مخلص النفس من النفس ویا مخرج النفس من النفس خلصها۔ تو اس گائے نے بچہ جن دیا، اور وہ کھڑی ہوئی اس بچے کو سونگھ رہی تھی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا پس جب کسی عورت کو وضع حمل میں دشواری ہو تو اس کو یہ کلمات لکھ دو۔ خلال نے کہا اسی طرح اس سے پہلے جن کلمات کا ذکر کیا گیا ہے ان کا لکھنا بھی فائدہ مند ہے۔

نکسیر کے متعلق تعویذ۔ (شیخ ابن تیمیہ کا تجربہ)

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

کتاب للرعاف: کان شیخ الاسلام ابن تیمیة رحمه الله یکتب علی جبهته: (وقیل یا أرض ابلعی ماء ک، ویاسماء أقلعی وغیض الماء وقضی الأمر. [هود: 44] وسمعته یقول: کتبتها لغیر واحد فبرأ، فقال: ولا یجوز کتابتها بدم الراعف، کما یفعله الجهال، فان الدم نجس، فلا یجوز أن یکتب به کلام الله تعالی. (زادالمعاد: ابن القیم الجوزیة: ج ۴، ص ۲۹۱، دارالفکر: بیروت)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) اپنی پیشانی پر لکھتے تھے، وقیل: یا ارض ابلعی ماء ك ویا سماء اقلعی وغیض الماء وقضی الامر (هود: ٤٤) اور میں نے ابن تیمیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے میں نے متعدد لوگوں کو یہ آیت لکھ کر دی اور وہ تندرست ہو گئے اور انہوں نے کہا اس آیت کو نکسیر کی خون سے لکھنا جائز نہیں ہے، جیسے کہ جہلاء کرتے ہیں کیوں کہ خون نجس ہے پس اس سے اللہ کے کلام کو لکھنا جائز نہیں ہے۔

دل یا سینہ میں درد کے لئے تعویذ

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

کتاب آخر له: عند اصفرار الشمس یکتب علیه: (یا أیها الذین آمنوا تقوا الله وآمنوا برسوله یؤتکم کفلین من رحمة ویجعل لکم نوراً تمشون به، ویغفر لکم والله غفور رحیم. [الحدید: ۲۸] (زادالمعاد: ابن القیم الجوزیة: ج ۴، ص ۲۹۱، دارالفکر: بیروت)

یہ تعویذ اس وقت لکھا جائے جب سورج زرد ہو جائے، اس میں یہ لکھا جائے: یا یها

الذين امنوا اتقوا الله وآمنوا برسوله يؤتكم كفلين من رحمته ويجعل لكم نورا تمشون به ويغفر لكم والله غفور رحيم۔ (الحدید:۲۸)

کسی بھی صحیح حدیث سے ان آیات مبارکہ کو سورج کے زرد ہونے پر لکھنا ثابت نہیں ہے۔ یہ شیخ ابن قیم کا اپنا تجربہ ہے۔ اسی طرح بعض مشائخ نے اپنے تجربے سے خاص وقت پر تعویذ لکھنے کے عمل کی تعلیم فرمائی ہے۔

ڈاڑھ کے درد کے لئے تعویذ

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

كتاب لوجع الضرس: يكتب على الخد الذى يلى الوجع: بسم الله الرحمن الرحيم: (قل هو الذى انشاكم وجعل لكم السمع والأبصار والأفئدة قليلاً ما تشكرون. [النحل: ۷۸]

جس جگہ درد ہے اس کے بالمقابل رخسار پر لکھے: بسم الله الرحمن الرحيم، قال هو الذى انشاكم وجعل لكم السمع والابصار والافئدة قليلا ما تشكرون۔ (الملک:۲۳) اگر چاہے تو یہ لکھے: وله ما سكن فى الليل والنهار وهو السميع العليم۔ (الانعام: ۱۳)

میعادی بخار کے لئے تعویذ۔ (شیخ ابن قیم کا تجربہ)

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

كتاب آخر للحمى المثلثة: يكتب على ثلاث ورقات لطاف: بسم الله فرت بسم الله مرت بسم الله قلت، وياخذ كل يوم ورقة، ويجعلها فى فمه، ويبتلعها بماء. (زادالمعاد: ابن القيم الجوزية: ج ۴، ص ۲۹۱، دارالفكر: بيروت)

تین باریک کاغذوں پر لکھا جائے: بسم الله فرت، بسم الله مرت، بسم الله قلت، اور ہر روز ایک کاغذ منہ میں رکھ کر نگل لے۔

اس تعویذ کے الفاظ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہیں۔ چوں کہ مدد اللہ سے طلب کی گئی ہے۔ اس لئے اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عرق النساء کے لئے تعویذ

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

کتاب آخر لعرق النسا: بسم الله الرحمن الرحيم، اللهم رب كل شيء، ومليك كل شيء، وخالق كل شيء، أنت خلقتني، وأنت خلقت النّسا، فلا تسلطه علي بأذى، ولا تسلطني عليه بقطع، واشفني شفاء لا يغادر سقماً، لا شافي الا انت. (زادالمعاد: ابن القيم الجوزية: ج ۴، ص ۲۹۱، دارالفكر: بيروت)

اس تعویذ کے الفاظ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ چوں کہ مدد اللہ سے طلب کی گئی ہے۔ اس لئے اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

غیر عربی زبان میں تعویذ

گذشتہ صفحات میں ہم غیر عربی زبان میں "دم" کرنے کے جواز پر گفتگو کر چکے ہیں۔ ہم نے طبرانی شریف کی حدیث میں غیر عربی زبان میں رقیہ (دم) کے استعمال کو دیکھا اور مسلم شریف کی صحیح میں دور جاہلیت میں استعمال کئے جانے والے رقیہ (دم) کے استعمال کا بھی مطالعہ کیا۔ علماء نے تحریر فرمایا کہ غیر عربی زبان میں "دم" اس وقت جائز ہے کہ اس میں شرک، کفر یا جادو کے الفاظ نہ ہوں۔

یہی قانون تعویذ کے لئے بھی ہے۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

غیر عربی زبان میں تعویذ دیا کرتے تھے جیسا کہ ان کی ملفوظات میں درج ہے۔ (ملفوظات شاہ عبدالعزیز، صفحہ ۱۲۴، پاکستان ایجوکیشن پبلیشرز، کراچی، ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء)

ہندوستان کے غیر مقلد علماء جن میں نظیر حسین دہلوی اور صدیق حسن خان بھوپالی شامل ہیں، ان حضرات نے حدیث کی سند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔

تعویذ کو دھو کر پینا

(۱) ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا عمل

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وروی عن عائشة أنها كانت لا ترى بأسا أن يعوذ في الماء، ثم يعالج به المريض، قال مجاهد: لاباس أن يكتب القرآن ويغسله، ويسقيه المريض، ومثله عن أبي قلابة، وكرهه النخعي، وابن سيرين. وروى عن ابن عباس أنه أمر أن يكتب لا مرأة تعسر عليها ولادتها، آيتين من القرآن وكلمات، ثم يغسل وتسقي، وقال أيوب: رأيت أبا قلابة كتب كتابا من القرآن، ثم غسله بماء، وسقاه رجلا كان به وجع، يعني: الجنون. (شرح السنة: للامام البغوي: المكتب الاسلامي: بيروت ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳م)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں کہ تعویذ کے کلمات پڑھ کر پانی پر دم کیا جائے پھر اس کے ساتھ مریض کا علاج کیا جائے۔ مجاہد نے کہا اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کی آیات لکھ کر ان کو دھولیا جائے اور اس کا غسالہ (دھوون) مریض کو پلا دیا جائے، اس کی مثل ابوقلابہ سے مروی ہے اور نخعی اور ابن سیرین نے اس کو مکروہ قرار دیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت کو وضع حمل میں مشکل پیش آرہی تھی تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ قرآن مجید کی کچھ آیتیں اور

کچھ کلمات طیبات لکھ کر انہیں دھو کر اس کا غسالہ (دھوون) اس عورت کو پلایا جائے۔ ایوب نے کہا میں نے ابوقلابہ کو دیکھا انہوں نے قرآن مجید کی کچھ آیتیں لکھیں پھر ان کو پانی سے دھویا اور اس شخص کو پلا دیا جس کو جنون تھا۔

(۲) شیخ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

ویجوز أن یکتب للمصاب وغیره من المرضی شیئاً من کتاب اللہ وذکره بالمداد المباح ویغسل ویسقی، کما نص علی ذلک أحمد وغیره، قال عبداللہ بن أحمد: قرأت علی أبي ثنا یعلی بن عبید، ثنا سفیان، عن محمد بن أبی لیلی، عن الحکم، عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس قال: اذا عسر علی المرأة ولادتها فلیکتب: بسم اللہ لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم، سبحان اللہ رب العرش العظیم، الحمد للہ رب العالمین [کانهم یوم یرونها لم یلبثوا الا عشیة او ضحاها] (النازعات: 46) [فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل ولا تستعجل لهم کانهم یوم یرون ما یو عدون لم یلبثوا الا ساعة من نهار بلاغ فهل یهلک الا القوم الفاسقون] (الاحقاف: 35) قال أبي: ثنا أسود بن عامر باسناده بمعناه، وقال: یکتب فی اناء نظیف فیسقی قال أبی: وزاد فیه وکیع: فتسقی وینضع مادون سرتها، قال عبداللہ: رأیت أبی یکتب للمرأة فی جام أوشیء نظیف. (مجموع فتاویٰ ابن تیمیة: ج ۱۹، ص ۳۶، دارالوفاء: مصر ۱۴۲۶ھ-۲۰۰۵م)

مریض کے لئے کتاب اللہ یا ذکر اللہ سے کچھ لکھ کر اسے غسالہ (دھون) پلانا مباح ہے جیسا کہ امام احمد اور دوسروں نے فرمایا۔ عبداللہ بن امام احمد نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وضع حمل میں تکلیف کے وقت یہ دعا لکھ کر مریض کو پلانا چاہیے۔ بسم اللہ لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم، سبحان اللہ رب العرش العظیم، الحمد للہ رب العالمین.

اور وکیع کی روایت میں یہ ہے کہ پلانا چاہیے اور بدن پر چھڑکنا چاہیے۔ عبداللہ (امام احمد بن حنبل کے فرزند) نے بیان کیا ہے میں نے اپنے والد کو ایک مریض عورت کے لئے صاف برتن پر تعویذ لکھتے ہوئے دیکھا۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ:

(۱) صاف برتن پر تعویذ لکھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

(۲) تعویذ کسی پاکیزہ یا حلال اشیاء سے لکھی جا سکتی ہے۔

(۳) تعویذ کا دھون نہ صرف مریض کو پلایا جا سکتا ہے بلکہ اس دھون کو مریض کے جسم پر بھی ڈالا جا سکتا ہے۔

شیخ ابن تیمیہ مزید تحریر فرماتے ہیں:

وقال أبو عمرو محمد بن أحمد بن حمدان الحِيرى: أنا الحسن بن سفيان النَّسَوى، حدثي عبدالله بن أحمد بن شبويه، ثنا على بن / الحسن بن شقيق، ثنا عبدالله بن المبارك، عن سفيان، عن ابن أبى ليلى، عن الحكم، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس قال: اذا عسر على المرأة ولادها فليكتب: بسم الله لا اِلٰه الا الله العلى العظيم لا اله الا الله الحليم الكريم، سبحان الله وتعالىٰ رب العرش العظيم والحمد لله رب العالمين.

[كانهم يوم يرونها لم يلبثوا الا عشية او ضحاها) النازعات: ٤٦)

فاصبر كما صبر اولو العزم من الرسل ولا تستعجل لهم كانهم يوم يرون ما يوعدون لم يلبثوا الا ساعة من نهار بلاغ فهل يهلك الا القوم الفاسقون]. (الأحقاف: ٣٥)

قال على: يكتب فى كاغَدة [كاغدة: الكاغد: القرطاس، مُعَرَّب] فيعلق على عضد المراة، قال على: وقد جربناه فلم نر شيئًا أعجب منه، فاذا وضعت تحله سريعاً، ثم تجعله فى خرقة أو تحرقه. (مجموع فتاوىٰ

ابن تیمیة: ج ۱۹، ص ۳، دار الوفاء: مصر ۱۴۲۶ھ۔ ۲۰۰۵م)

شیخ ابن تیمیہ ایک دوسری سند سے فرماتے ہیں کہ علی ابن حسن (راوی) کے بھتیجے نے کہا کہ ان کلمات کو لکھ کر حاملہ عورت کے بازو پر باندھنا چاہیے۔ علی نے کہا کہ ہم نے ایسا کیا اور اس تعویذ کا اثر دیکھا۔ وضع حمل کے بعد تعویذ کو فوراً جلا دیا یا دفنا دیا۔

شیخ ابن تیمیہ کے اس روایت سے یہ واضح ہوا کہ ان کے نزدیک تعویذ باندھنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

ورخص جماعة من السلف فی کتابة بعض القرآن وشربه، وجعل ذلک من الشفاء الذی جعل اللّٰه فیه. (زاد المعاد: ابن القیم الجوزیة: ج ۴، ص ۲۹۱، دار الفکر: بیروت)

متقدمین کی ایک جماعت نے قرآن مجید کی آیات کو لکھنے اور ان کے غسالہ (دھوون) کو پینے کی بھی اجازت دی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ شفا میں سے شمار کیا ہے۔

وضع حمل کی ایک اور تعویذ۔ (زعفران کا استعمال)

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

قال الخلال: حدثنی عبداللّٰه بن أحمد قال: رأیت أبی یکتب المرأة اذا عسر علیها ولادتها فی جام أبیض، أو شیء نظیف، یکتب حدیث ابن عباس رضی اللّٰه عنه: لا اله الا اللّٰه الحلیم الکریم، سبحان اللّٰه رب العرش العظیم، الحمد للّٰه رب العالمین: [کانهم یوم یرون مایوعدون لم یلبثوا الا ساعة من نهار، بلاغ] (الاحقاف: ۳۵) [کانهم یوم یرونها لم یلبثوا الا عشیة او ضحاها] (النازعات: ۴۶)

خلال بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن (امام) احمد نے بیان کیا ہے کہ میں نے

اپنے والد (امام احمد) کو اس عورت کے لئے تعویذ لکھتے ہوئے دیکھا جس کو وضع حمل میں تنگی اور مشکل پیش آرہی ہو۔ وہ یہ تعویذ سفید پیالے میں یا کسی صاف چیز پر لکھتے تھے، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث لکھتے ہیں: لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم، الحمد للہ رب العلمین (کانھم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الاساعة من نھار بلاغ) (الاحقاف: ۳۵) (کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیة او ضحاھا) (النازعات:۴۶)

خلال نے کہا کہ ہم سے ابوبکر المروزی نے بیان کیا کہ ابوعبداللہ (امام احمد) کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے ابوعبداللہ! کیا آپ اس عورت کے لئے تعویذ لکھ دیں گے جس کو دو روز سے وضع حمل میں مشکل پیش آرہی ہے؟ فرمایا: اس سے کہو کہ وہ ایک بڑا پیالہ اور زعفران لے کر آئے اور میں نے دیکھا کہ وہ متعدد لوگوں کے لیے تعویذ لکھتے تھے۔

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تعویذ لکھنے میں زعفران کا استعمال کیا کرتے تھے۔

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

کتاب آخر لذلک: یکتب فی اناء نظیف: [اذا السماء انشقت وأذنت لربھا وحقت واذا الأرض مدت وألقت ما فیھا وتخلت]. (الا نشقاق: ۱-۴) وتشرب منه الحامل، ویرش علی بطنھا. (زادالمعاد: ابن القیم الجوزیة: ج۴، ص ۲۹۱، دارالفکر: بیروت)

اس سلسلہ میں ایک اور لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ صاف برتن میں لکھا جائے: اذا السماء انشقت. واذنت لربھا وحقت، واذا الارض مدت، والقت ما فیھا وتخلت (الانشقاق:۴-۱) حاملہ عورت کو اس برتن سے پانی پلایا جائے اور اس پانی کو اس کے پیٹ پر چھڑکا جائے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث کو امام ذہبی

نے بھی نقل کیا ہے۔(الطب النبوی: الذهبی: ص: ۲۸۱، دار احیاء العلوم: بیروت: ۱۴۰۶)

امام بخاری رحمۃ اللہ روایت کرتے ہیں:

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس مرض میں وفات پائی اپنی ذات کریمہ پر معوذات پڑھ کر دم کرتے تھے۔ جب زیادہ بیمار ہوگئے تو میں یہ سورتیں پڑھ کر آپ پر دم کرتی تھی اور حضور کے دست اقدس کی برکت کے باعث اس کو حضور کے بدن شریف پر پھیرتی تھی۔(صحیح البخاری، کتاب الطب)

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال عیاض وفائدة التفل التبرک بتلک الرطوبة والهواء والتفث للمباشر للرقیة المقارن للذکر الحسن کما یتبرک بغسالة ما یکتب من الذکر والأسماء وقال النووی أیضا. (فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج ۱۲، ص: ۱۷۳. دار الفکر، بیروت)

قاضی عیاض نے کہا کہ "دم" کرنے سے یہاں اس ہوا سے تبرک حاصل کرنا ہے۔ جس میں ذکر اللہ شامل ہو جس طرح تعویذ کے غسالہ (دھون) کے پانی سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔ اور امام نووی نے یہی فرمایا۔

اس سے واضح ہوا کہ امام قاضی عیاض مالکی، امام نووی شافعی اور امام ابن حجر عسقلانی شافعی کے نزدیک تعویذ کو دھو کر اس کے دھون کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

دریائے نیل کا واقعہ

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ:

روایت ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو مصر والے بودنہ مہینے میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہماری قدیم عادت ہے کہ اس مہینے میں دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور اگر نہ چڑھائیں تو دریا میں پانی نہیں آتا۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس مہینے کی گیارھویں تاریخ کو ہم ایک باکرہ لڑکی کو لیتے ہیں جو اپنے ماں باپ کی اکلوتی ہو اس کے والدین کو دے دلا کر رضامند کر لیتے ہیں اور اسے بہت عمدہ کپڑے اور بہت قیمتی زیور پہنا کر، بنا سنوار کر اس نیل میں ڈال دیتے ہیں تو اس کا بہاؤ چڑھتا ہے ورنہ پانی چڑھتا ہی نہیں۔ سپہ سالار اسلام حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتح مصر نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہلانہ اور احمقانہ رسم ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، اسلام تو ایسی عادتوں کو مٹانے کے لئے آیا ہے تم ایسا نہیں کر سکتے۔ وہ باز رہے۔

دریائے نیل کا پانی نہ چڑھا مہینہ پورا نکل گیا لیکن دریا خشک پڑا ہوا ہے۔ لوگ تنگ آکر ارادے کرنے لگے کہ مصر کو چھوڑ دیں یہاں کی بودوباش ترک کر دیں۔ اب فاتح مصر کو خیال گزرتا ہے اور دربارِ خلافت کو اس سے مطلع فرماتے ہیں۔ اسی وقت خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ آپ نے جو کیا اچھا کیا اب میں اپنے اس خط میں ایک پرچہ دریائے نیل کے نام بھیج رہا ہوں تم اسے لے کر نیل کے دریا میں ڈال دو۔ حضرت عمرو بن عاص نے اس پرچے کو نکال کر پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ

فلما قدم كتابه أخذ عمرو البطاقة فاذا فيها من عبدالله عمر أمير المومنين الى نيل أهل مصر، أما بعد: فان كنت انما تجرى من قبلك ومن

أمرک فلا تجر فلا حاجة لنا فیک، وان کنت انما تجری بأمر اللّٰہ الواحد القهار، وهو الذی یجریک فنسأل اللّٰہ تعالیٰ أن یجریک.

یہ خط ہے خدا تعالیٰ کے بندے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اہل مصر کے دریائے نیل کی طرف بعد حمد وصلوٰۃ کے مطلب یہ ہے کہ اگر تو اپنی طرف سے اور اپنی مرضی سے چل رہا ہے تو خیر نہ چل اور اگر اللہ تعالیٰ واحد وقہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہیں کہ وہ تجھے رواں کر دے۔

یہ پرچہ لے کر حضرت امیر عسکر نے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ ابھی ایک رات بھی گزرنے نہیں پائی تھی جو دریائے نیل میں سولہ ہاتھ گہرا پانی چلنے لگا اور اسی وقت مصر کی خشک سالی تر سالی سے، گرانی ارزانی سے بدل گئی۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ السجدۃ، الآیۃ ۲۷ البدایۃ والنھایۃ: ابن کثیر: ج ۷، ص: ۹۸ دار عالم الکتب بالریاض: ۱۴۲۴ھ۔ ۲۰۰۳)

اس واقعہ سے یہ ثابت ہوا کہ کاغذ پر لکھی ہوئی قرآن شریف کی عبارت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول دعا کا درجہ ہے۔

تمیمہ

تمیمہ کا معنی: امام ابن اسیر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۰۶ھ/۱۲۰۱ء) تمیمہ کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

التمائم: التعاويذ والحروز، وعقدها تعليقها على الانسان. (جامع الأصول فی أحاديث الرسول، ابن الأثير، ج۴، ص ۷۳۳ دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۱۸ھ)

تمائم کا معنی ہے تعاویذ اور خرز (ڈوری میں پروئی ہوئی سیپیاں اور کوڑیاں) اور ان کے عقد کا معنی ہے ان کو گلے میں لٹکانا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

التمائم: جمع التميمة، وهی خرزات كانت العرب تعلقها على أولادهم يتقون بها العين بزعمهم، فأبطلها وروى أن النبی (صلى الله عليه وسلم) قطع التميمة من عنق الفضل بن عباس.....الشرع) (شرح السنة، البغوی، ج ۱۲، ص ۱۵۸۔۱۵۹، المكتب الاسلامی، بيروت، ۱۴۰۳ھ)

تمائم جمع تمیمہ ان سیپیوں یا کوڑیوں کو کہتے ہیں جن کو عرب اپنے بچوں کے گلوں میں لٹکاتے تھے، ان کا اعتقاد تھا کہ اس سے نظر نہیں لگتی شریعت نے اس کو باطل قرار دیا۔

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فضل بن عباس کے گلے سے تمیمہ کو کاٹ دیا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

التميمة يقال انها خرزة كانوا يتعلقونها يرون انها تدفع عنهم الآفات ويقال قلادة تعلق فيها العوذ. (سنن الكبرىٰ، البيهقی، ج۹، ص ۳۵۰، مكتبة دار الباز، مكة المرمة، ۱۴۱۴ھ)

تمیمہ ان سیپوں اور کوڑیوں کو کہتے ہیں جن کو (زمانہ جاہلیت میں عرب) گلوں میں لٹکاتے تھے، اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اس سے مصائب دور ہوتے ہیں اور جو تعویذ لٹکائے جاتے ہیں ان کو بھی تمیمہ کہتے ہیں۔

امام سید ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وفي الشلبي عن ابن الأثير التمائم جمع تميمة وهي خرزات كانت العرب تعلقها على أولادهم يتقون بها العين في زعمهم فأبطلها الاسلام.

(ردالمحتار، ابن عابدین، ج۹، ص۵۲۳، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴م)

شلبی میں ابن اثیر سے منقول ہے کہ تمائم، تمیمہ کی جمع اور یہ وہ سیپیں یا کوڑیاں ہیں جن کو عرب اپنے بچوں کے گلے میں ڈال دیتے تھے، اس سے وہ اپنے زعم میں ان کو نظر بد سے بچاتے تھے، اسلام نے اس کو باطل کر دیا ہے۔

شیخ شمس الحق عظیم آبادی (متوفی ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء) تحریر فرماتے ہیں:

(والتمائم) جمع التميمة وهي التعويذة التي لا يكون فيها أسماء الله تعالى وآياته المتلوة والدعوات المأثورة تعلق على الصبي قال في النهاية: التمائم جمع تميمة وهي خرزات كانت العرب تعلها على أولادهم يتقون بها العين في زعمهم بأبطلها الاسلام. (عون المعبود: شمس الحق العظيم آبادي: رقم الحديث: ٣٨٨٣، دارالفكر: بيروت: ١٣٥١ھ۔١٩٣٢)

تمائم جمع تمیمہ، ان تعویذات کو کہتے ہیں جن میں اللہ کا نام نہ ہوں نہ قرآن کی آیت ہو نہ ذکر یا دعا کے الفاظ ہوں اور ان کو بچوں کے گلے میں لٹکایا جائے۔ نہایہ میں مذکور ہے کہ تمیمہ ان سیپوں یا کوڑیوں کو کہتے ہیں جن کو عرب اپنے بچوں کے گلوں میں لٹکاتے تھے، ان کا اعتقاد تھا کہ اس سے نظر نہیں لگتی شریعت نے اس کو باطل قرار دیا۔

امام طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۸۶ھ/ ۱۵۷۸ء) تحریر فرماتے ہیں:

وعقد التمائم اى تعليق التعاويذ الحز. (مجمع بحار الانوار: محمد

بن طاهر الفتنی: ج ۱، ص ۲۷۴، دارالایمان: المدینة المنورة)

عقد التمائم کا معنی ہے ڈوری میں پروئی ہوئی سیپوں اور کوڑیوں کو اور تعویذوں کو گلے میں لٹکانا۔

قرآن کی آیات کو تمائم نہیں کہا جا سکتا

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وقال عطاء: لا یعد من التمائم ما یکتب من القرآن. (شرح السنة، البغوی، ج ۱۲، ص ۱۵۸۔۱۵۹، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۳ھ)

عطا نے کہا جو تعویذ قرآن مجید سے لکھی جائے اس کو تمائم شمار نہیں کیا جائے گا۔

امام سید ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وقیل ھی الخرزة التی تعلقها الجاهلیة وفی المغرب وبعضهم یتوهم أن المعاذات هی التمائم ولیس کذلک انما التمیمة الخرزة ولاباس بالمعاذات اذا کتب فیها القرآن أو أسماء اللّٰه تعالیٰ ویقال رقاه الراقی رقیا ورقیة اذا عوذه ونفث فی عوذته. (ردالمحتار، ابن عابدین، ج ۹، ص ۵۲۳، دارالکتب العلمیة، بیروت ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴)

تمیمہ وہ کوڑیاں ہیں جن کو زمانہ جاہلیت میں گلے میں لٹکاتے تھے، اور مغرب میں مذکور ہے کہ تعویذات ہی تمائم ہیں، اس طرح نہیں ہے، تمیمہ صرف کوڑیاں ہیں، اور تعویذات میں جب قرآن مجید یا اللہ تعالیٰ کے اسماء لکھے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کوڑیوں اور سیپوں کو تمائم کہتے ہیں کاغذ، چمڑا اور دیگر چیزیں جن پر قرآن شریف کی آیت لکھی ہو اس کو تعویذ کہتے ہیں۔

بعض تحریروں میں یہ عبارت بھی پائی جاتی ہے کہ ''وہ تمائم جن میں قرآنی آیات ہوں جائز ہے۔'' غور طلب ہے کہ یہاں پر تعویذ ہی مراد ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر:

وقال أحمد وقد سئل عن التمائم تُعلّق بعد نزول البلاء؟ قال: أرجو أن لا يكون به بأس. (زاد المعاد: ابن القيم الجوزية: ج۴، ص ۲۹۱، دارلفکر: بیروت)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے مصیبت نازل ہونے کے بعد تمائم لٹکانے کے متعلق سوال کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

یہاں امام احمد بن حنبل کی مراد قرآنی آیات ہے نہ کہ سیپیں یا کوڑیاں۔

مصیبت نازل ہونے سے پہلے تعویذ پہننا

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ

وقالت عائشة: ليس التميمة ما يعلق بعد نزول البلاء، ولكن التميمة ما علق قبل نزول البلاء ليدفع به مقادير الله. (شرح السنة، البغوی، ج ۱۲، ص ۱۵۸۔۱۵۹ المكتب الاسلامی، بيروت، ۱۴۰۳ھ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: مصیبت نازل ہونے کے بعد جو تعویذ گلے میں لٹکایا جائے وہ تمیمہ نہیں ہے، لیکن تمیمہ وہ ہے جو مصیبت نازل ہونے سے پہلے لٹکایا جائے، تا کہ اس سے اللہ کی تقدیر کو رد کیا جائے۔

نوٹ: امام بیہقی نے اس حدیث کو نقل فرمایا ہے: أخبرنا أبو عبدالله الحافظ وأبو سعيد بن أبي عمرو قالا ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب ثنا هارون بن سليمان ثنا عبدالرحمن بن مهدی عن عبدالله بن المبارک عن طلحة بن أبی سعيد عن بكير بن عبدالله بن الأشج عن القاسم بن محمد عن عائشة رضی الله عنها قالت ليس التميمة ما يعلق قبل البلاء انما التميمة ما يعلق بعد البلاء ليدفع المقادير.

سوال (۱) اس حدیث کا کیا معنی ہے جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمائم

کو شرک فرمایا ہے؟

جواب: اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے، جس کا ذکر ہم رقیہ کے باب میں کر چکے ہیں۔ اس حدیث میں تمائم (سیپیں، کوڑیاں) کی ممانعت ہے نہ کہ تعویذ کی۔

سوال (۲): اس حدیث کا کیا معنی ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گلے میں کچھ بھی پہننے سے منع فرمایا۔

جواب: اس حدیث کو امام ابوداؤد اپنی سنن میں نقل کرتے ہیں:

قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رویفع لعل الحیاۃ ستطول بک بعدی فأخبر الناس أنہ من عقد لحیتہ أو تقلد وترا أو استنجی برجیع دابۃ أوعظم فان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم منہ بریٔ. (سنن ابی داود: کتاب الطھارۃ: باب ما ینھی عنہ أن یستنجی بہ)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے رویفع! شاید تمہاری عمر دراز ہو اور میرے بعد بھی زندہ ہو تو لوگوں کو بتا دینا کہ جس نے اپنی داڑھی میں گرہ لگائی یا گلے میں کچھ لٹکایا یا جانور کے گوبر یا ہڈی سے استنجا کیا تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے بیزار ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وھذا کلہ تحذیر مما کان أھل الجاھلیۃ یصنعونہ من تعلیق التمائم والقلائد، ویظنون أنھا تقیھم وتصرف عنھم البلاء، وذلک لا یصرفہ الا اللہ عزوجل، وھو المعافی والمبتلی، لا شریک لہ، فنھاھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عما کانوا یصنعون من ذلک فی جاھلیتھم. وعن عائشۃ قالت: ما تعلق بعد نزول البلاء فلیس من التمائم. (تفسیر الجامع لاحکام القرآن: القرطبی: سورۃ بنی اسرائیل آیۃ ۸۲)

ان تمائم کی ممانعت دور جاہلیت کی وجہ سے تھی، جب لوگ تمائم اور قلائد اس عقیدے

سے پہنتے تھے کہ یہ مصیبت کو دور کرے گا۔ جب کہ حق یہ ہے کہ صرف اللہ ہی حفاظت فرماتا ہے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اگر مصیبت نازل ہونے کے بعد جو تعویذ لٹکایا جائے وہ تمیمہ نہیں ہے۔

سوال (۳) اس حدیث کا کیا معنی ہے۔ جس میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ کے گلے سے دھاگا نکال کر فرمایا کہ یہ سب شرک ہے؟

جواب: امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ:

عن زینب، امراۃ عبداللّٰہ بن مسعود: ان عبداللّٰہ رای فی عُنقی خیطاً، فقال: ما ھذا؟ قلتُ: خیطٌ رُقِی لی فیہ، قالت: فاخذہ ثم قطعہ، ثم قال: أنتم آل عبداللّٰہ لأغنیاء عن الشرک. (رواہ ابن حبان والحاکم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دم کرنا تمائم (تعویذ لٹکانا) اور تولہ (بیوی سے خاوند کی محبت کا جادو) شرک ہیں، حضرت عبداللہ کی بیوی نے کہا آپ اس طرح کیوں کہتے ہیں، خدا کی قسم! میری آنکھ میں کچھ پڑ گیا تھا میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی وہ میری آنکھ پر دم کرتا تھا اور جب وہ مجھ پر دم کرتا تھا تو مجھے آرام آجاتا تھا۔ حضرت عبداللہ نے کہا یہ شیطان کا عمل تھا، وہ اپنے ہاتھ سے آنکھ میں چبھوتا تھا اور جب وہ یہودی دم کرتا تھا تو وہ اپنے ہاتھ کو ہٹالیتا تھا، تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم اس طرح پڑھو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھتے تھے:

اذھب الباس رب الناس اشف انت الشافی لاشفاء الاشفاء ك لایغادر سقما۔

اے لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کردے، شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کسی کی شفا نہیں ہے جو بیماری کو باقی رہنے نہیں دیتی۔

امام بیہقی اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

والکراھیة فیمن تعلقھا وھو یری تمام العافیة وزوال العلة منھا علی ما کان أھل الجاھلیة یصنعون فاما من تعلقھا متبرکا بذکر اللّٰہ تعالٰی فیھا وھو یعلم أن لا کاشف الا اللّٰہ ولا دافع عنه سواہ فلا بأس بھا ان شاء اللّٰہ.

(سنن الکبری، البیھقی، ج ۹، ص ۳۵۰ مکتبة دارلباز، مکة المکرمة، ۱۴۱۴ھ)

اس قسم کی احادیث میں ان تمائم (تعویذات) کو شرک فرمایا: جن تعویذات کو لٹکانے والوں کا یہ اعتقاد ہو کہ مکمل عافیت اور بیماری کا مکمل زوال ان تعویذات کی وجہ سے ہوگا جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین کا عقیدہ تھا، لیکن جس نے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے برکت حاصل کرنے کے لیے تعویذ کو لٹکایا اور اس کا یہ اعتقاد ہو کہ مصیبت کو ٹالنے والا اور مرض کو دور کرنے والا صرف اللہ عزوجل ہے تو پھر تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام بیہقی تحریر فرماتے ہیں:

والذی روی عن ابن مسعود، مرفوعا، "ان الرقی والتمائم والتوله شرک" فانما أرادوا، واللّٰہ أعلم، ما کان من الرقی والتمائم بغیر لسان العربیة مما لا یدری. (السنن الصغیر: البیھقی: ج ۲، ص ۴۲۳، باب فی التداوی والاکتواء والاسترقاء: دارالکتب العلمیة: بیروت)

حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً روایت ہے کہ دم، تولہ اور تمائم شرک ہیں، اس سے ان کی یہ مراد ہے کہ وہ دم اور تعویذ وغیرہ شرک ہیں جو عربی میں نہ ہوں اور ان کے معنی غیر معلوم ہوں۔

امام جزری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وفی حدیث عبداللّٰه رضی اللّٰه عنه "التمائم الرُّقی من الشرک" التمائم جمع تمیمة وھی خرزات کانت العرب تُعلقھا علی أولادھم یتقون بھا العین فی زعمھم، فأبطلھا الاسلام. (النھایة: ابن الاثیر الجزری: ج ۱، ص ۱۹۳، دارالکتب العلمیة:، بیروت: ۱۴۱۸ھ)

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں تمائم ورقیہ کو شرک کہا گیا ہے تمائم ان کوڑیوں کو کہتے ہیں جن کو عرب اپنے بچوں کے گلوں میں لٹکاتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اس سے نظر نہیں لگتی۔ اسلام نے اس کو باطل قرار دیا۔

سوال (۴) اس حدیث کا کیا معنی ہے کہ جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمائم کو ناپسند فرمایا؟

جواب: اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دس باتوں کو ناپسند فرمایا کرتے۔ خلق کی زردی، سفید بالوں کو بدلنے، ازار گھسیٹنے، سونے کی انگوٹھی پہننے، غیروں کو دکھانے کے لیے عورتوں کا سنگار کرنا، گوٹوں سے کھیلنا، معوذات کے سوا اور چیزوں سے دم کرنا، گنڈے باندھنا، دوسری جگہ پانی ڈالنا یا غلط جگہ پانی (منی) ڈالنا اور بچے کی صحت بگاڑ دینا لیکن یہ حرام نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الخاتم)

اولاً یہ حدیث ضعیف اور منکر ہے۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث میں تمائم کی ممانعت ہے نہ کہ تعویذ کی۔

سوال (۵) اس حدیث کا کیا معنی ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کی بیعت نہ قبول فرمائی جس کے گلے میں تمیمہ تھا؟

جواب: اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے مسند (۱۶۹۶۹) میں نقل فرمایا ہے۔

حدثنا عبدالصمد بن عبدالوارث حدثنا عبدالعزیز بن مسلم حدثنا یزید بن أبی منصور عن دخین الحجری عن عقبة بن عامر الجهنی أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أقبل الیه رهط فبایع تسعة وأمسک عن واحد فقالوا یا رسول اللّٰه بایعت تسعة وترکت هذا قال ان علیه تمیمة فأدخل یده فقطعها فبایعه وقال من علق تمیمة فقد أشرک. (مسند الامام أحمد)

عقبہ بن عامر روایت کرتے ہیں کہ ایک گروہ (دس لوگوں کا) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بیعت کے لئے حاضر ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں سے نولوگوں کی بیعت قبول کی۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے ہم سب کی بیعت قبول فرمائی لیکن اس ایک کی نہ فرمائی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شخص تمیمہ پہنے ہوئے ہے۔ اس شخص نے اپنے کُرتا میں ہاتھ ڈال کر اسے توڑ دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی بیعت قبول فرمائی۔ حضور نے فرمایا جس نے تمیمہ پہنا اس نے شرک کیا۔

اس بات کے سبھی قائل ہیں کہ تمیمہ ناجائز ہے کیوں کہ سیپ اور پتھر کو تمیمہ کہتے ہیں۔ قرآن اور حدیث کی دعاؤں کو لکھ کر لٹکانا تعویذ کہلاتا ہے۔ جو کہ صحابہ کے عمل اور علماء کے فتاویٰ سے ثابت ہے۔

سوال (۶) اس حدیث کا کیا معنی ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس شخص کی مقصد کو پورا نہ کرے جس نے تمیمہ لٹکایا؟

جواب: اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے مسند (۱۶۹۵۱) میں نقل فرمایا ہے۔

حدثنا أبو عبدالرحمن أخبرنا حيوة أخبرنا خالد بن عبيد قال سمعت مشرح بن هاعان يقول سمعت عقبة بن عامر يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من تعلق فلا أتم الله له ومن تعلق ودعة فلا ودع الله له. (مسند الامام أحمد)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس شخص نے تمیمہ (تعویذ) کو لٹکایا، اللہ اس کے مقصد کو پورا نہ کرے اور جس شخص نے سیپ کو لٹکایا اللہ اس کی حفاظت نہ کرے۔

امام ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

والحديث الآخر "من علّق تميمةً فلا أتم الله له" كأنهم كانوا

يعتقدون أنها تمام الدّواء والشفاء، وانما جعلها شركاً لأنهم أرادوا بها دفع المقادير الكتوبة عليهم، فطلبوا دفع الاذى من غير الله الذى هو دافعه.

(النھایۃ: ابن الأثیر الجزری: ج۱،ص۱۹۳، دارالکتب العلمیۃ:، بیروت: ۱۴۱۸ھ)

حدیث میں تمائم کو شرک کہا گیا ہے کیوں کہ زمانۂ جاہلیت میں وہ تمائم کے متعلق مکمل دوا اور شفاء کا اعتقاد رکھتے تھے۔ اوران کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ تمائم اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی تقدیر کو ٹال دیتے ہیں اوروہ اللہ کے غیر سے مصائب کو دور کرنا چاہتے تھے۔

سوال (۷) عبداللہ ابن عکیم کی حدیث سے کیا مراد ہے؟

جواب: امام ترمذی نقل فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن مدويه حدثنا عبيد اللّٰه بن موسىٰ عن محمد بن عبدالرحمٰن بن أبى ليلى عن عيسىٰ أخيه قال دخلت على عبداللّٰه بن عكيم أبى معبد الجهنى أعوده وبه حمرة فقلنا ألا تعلق شيئا قال الموت أقرب من ذلك قال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم من تعلق شينا وكل اليه. (سنن الترمذى: كتاب الطب: باب ماجاء فى كراهية التعليق)

عیسیٰ بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عکیم ابومعبدالجہنی کی عیادت کرنے کے لیے گیا ان پر ورم تھا۔ ہم نے کہا آپ کوئی چیز کیوں نہیں لٹکاتے؟ (ایک روایت میں ہے آپ تعویذ کیوں نہیں لٹکاتے) انہوں نے کہا موت اس سے زیادہ قریب ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی چیز کو لٹکایا وہ اسی کے سپرد کردیا جائے گا۔

نوٹ: حضرت عبداللہ بن عکیم کی ملاقات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے یہ مرفوع روایت ہے۔

امام بیہقی تحریر فرماتے ہیں:

والكراهية فيمن تعلقها وهويرى تمام العافية وزوال العلة منها على ما كان أهل الجاهلية يصنعون فاما من تعلقها متبركا بذكر اللّٰه تعالىٰ فيها وهو يعلم أن

لا كاشف الا اللّٰه ولا دافع عنه سواه فلا بأس بها ان شاء اللّٰه. (سنن الكبریٰ، البیهقی، ج ۹، ص ۳۵۰، مكتبة دار الباز، مكة المكرمة، ۱۴۱۴ھ)

تمائم کو شرک فرمایا: جن تعویذات کو لٹکانے والوں کا یہ اعتقاد ہو کہ مکمل عافیت اور بیماری کا مکمل زوال ان تعویذات کی وجہ سے ہوگا جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین کا عقیدہ تھا، لیکن جس نے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے برکت حاصل کرنے کے لیے تعویذ کو لٹکایا اور اس کا یہ اعتقاد ہو کہ مصیبت کو ٹالنے والا اور مرض کو دور کرنے والا صرف اللہ عز وجل ہے تو پھر تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وانما أطلق الشرک علیهما؛ اما لأن المتعارف منها فی عهده ما كان معهوداً فی الجاهلیة، وكان مشتملا علی ما یتضمن الشرک؛ أو لأن اتخاذها یدل علی اعتقاد تاثیرها وهو یفضی الی الشرک. أقول: ویحتمل أن یراد بالشرک اعتقاد أن ذلک سبب قوی وله تاثیر، وكان ینا فی التوكل. (الطیبی: شرح المشكاة: ج ۸، ص ۵۴۴، مكتبة مصطفی نزار الباز: مكة المكرمة)

تعویذ اور کوڑی لٹکانے پر آپ نے شرک کا اطلاق اس لیے فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان کے لٹکانے کا جو طریقہ معروف اور مروج تھا وہ شرک کو متضمن تھا کیوں کہ ان کے متعلق ان کا اعتقاد شرک کی طرف لے جاتا تھا، میں کہتا ہوں کہ شرک سے مراد یہ اعتقاد ہے کہ یہ تعویذات قوی سبب ہیں اور ان کی اصل تاثیر ہے اور یہ توکل کے منافی ہے۔

سوال (۸) اس حدیث کا کیا معنی ہے جس میں یہ فرمایا گیا کہ ''جس شخص نے تمیمه کو لٹکایا وہ اس کی حفاظت میں گیا؟

جواب: حدیث نمبر ۷ میں اس کی گفتگو کی جا چکی ہے۔ یہ ایک مرفوع روایت ہے۔ جس کو محدثین نے ضعیف بھی قرار دیا ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

اذا لاستشفاء بالقرآن معلقا وغیر معلق لا یکون شرکا، وقوله علیه السلام: "من علّق شیئا وکل الیه" فمن علّق القرآن ینبغی أن یتولاه اللّٰه ولا یکله الی غیره. (تفسیر الجامع لاحکام القرآن: القرطبی: سورة بنی اسرائیل، آیت ۸۲)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے گلے میں کسی چیز کو لٹکایا، وہ اس کے سپرد کیا جائے گا۔ تو جس نے قرآن مجید کو اپنے گلے میں لٹکایا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے اور اس کو کسی اور کے سپرد نہیں کرے گا کیوں کہ قرآن سے شفاء حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ پر توکل ہوتا ہے۔ اور اسی کی طرف رغبت ہوتی ہے۔

تمائم کے متعلق علماء کی رائے

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذا التعوذ بالقرآن والتبرک والاستشفاء به لأنه کلام اللّٰه سبحانه والاستعاذة به ترجع الی الاستعاذة باللّٰه سبحانه، ویقال بل التمیمة فلادة تعلق فیها وقد قیل ان المکروه من العوذ هو ما کان بغیر لسان العرب فلا یفهم معناه ولعله قد یکون فیه سحر أو نحوه من المحظور. (معالم السنن: أبو سلیمان أحمد بن محمد الخطابی: ج۵، ص ۳۵۴، دارالمعرفة: بیروت)

جس حدیث میں تمیمہ (کوڑیاں یا تعویذ) لٹکانے کی ممانعت ہے، قرآن مجید سے تبرک حاصل کرنے یا شفا طلب کرنے کے لئے جو تعویذ لٹکائے جائیں وہ اس میں داخل نہیں ہیں، کیوں کہ وہ اللہ سبحانہ کا کلام ہے اور اس سے استعاذہ کرنا (پناہ طلب کرنا) اللہ سے استعاذہ کرنے کے قائم مقام ہے اور یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ وہ تعویذ مکروہ ہیں جو غیر عربی

میں ہوں اوران کا معنی معلوم نہ ہو، کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ جادو، ہو یا اس میں اورکوئی چیز ممنوع ہو۔

امام علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

المراد من التميمة ما كان من تمائم الجاهليه ورقاها فان القسم الذى يختص باسماء الله تعالىٰ وكلمته غير داخل فى جملته بل هو مستحب مرجو البركة عرف ذلك من أصل السنة. (مرقاة المفاتيح، على القارى، ج۸، ص ۲۵۶، دارالكتب العلمية، بيروت ۱۴۲۲ھ۔ ۲۰۰۱م)

اس حدیث میں جو تمیمه سے ممانعت کی گئی ہے اس سے مراد زمانہ جاہلیت کا تمیمه ہے، کیوں کہ تمیمه (تعویذ) کی جو قسم اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کے کلمات کے ساتھ مختص ہے وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے، بلکہ وہ تعویذ مستحب ہے اور اس میں برکت کی امید ہے اور اس کی اصل سنت سے معروف ہے۔

امام سید ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والحديث الآخر من علق تميمة فلا أتم الله له لأنهم يعتقدون أنها تمام الدواء والشفاء بل جعلوها شركاء لأنهم أرادوا بها دفع المقادير المكتوبة عليهم وطلبوا دفع الأذى من غير الله تعالى الذى هو دافعه الجواز عمل الناس اليوم وبه وردت الآثار ولا بأس بأن يشد الجنب والحائض التعاويذ على العضد اذا كانت ملفوفة. (ردالمحتار، ابن عابدين، ج ۹، ص ۵۲۳، دارالكتب العلمية، بيروت ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴)

جس حدیث میں یہ ہے کہ: جس نے تمیمہ کو لٹکایا اللہ اس کے مقصد کو پورا نہ کرے، کیوں کہ ان کا عقیدہ تھا کہ یہی مکمل دوا اور شفا ہے، بلکہ انہوں نے اس کو اللہ کا شریک بنادیا، کیوں کہ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ کی لکھی ہوئی تقدیر اس سے ٹل جاتی ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے غیر سے مصائب کے دور کرنے کو طلب کرتے تھے حالاں کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے۔ اس زمانے میں مسلمانوں کا عمل اس کے جواز پر ہے، اگر جنبی یا حائض کے

بازو پر تعویذ بندھا ہوا ہو اور وہ کسی چیز میں لپٹا ہوا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امام علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وعقد التمائم جمع تميمة والمراد بها التعاويذ التى تحتوى على رقى الجاهلية من أسماء الشياطين وألفاظ لا يعرف معناهما وقيل التمائم خرزات كانت العرب فى الجاهلية تعلقها على أولادهم يتقون بها العين فى زعمهم فأبطله الاسلام لأنه لا ينفع ولا يدفع الا الله. (مرقاة المفاتيح، على القارى، ج ۸، ص ۲۵۵، دارالكتب العلمية، بيروت ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۱م)

حدیث میں جس تمیمہ کو شرک فرمایا ہے یہ وہ تعویذ ہے جس کو بچے کے گلے میں ڈالا جائے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء، قرآنی آیات اور ماثورہ (منقولہ) دعائیں نہ ہوں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ سیپیں یا کوڑیاں ہیں جن کو عرب بچوں کے گلوں میں اس لیے ڈالتے تھے کہ ان کو نظر نہ لگے، اور یہ باطل ہے، اس کو شرک اس لیے فرمایا ہے کہ ان کا اعتقاد تھا کہ یہ سبب قوی ہیں یا ان کی (خود بہ خود) تاثیر ہے، یا ان میں ایسے کلمات ہوتے تھے جو شرک خفی یا شرک جلی کو متضمن ہوتے تھے۔

امام علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

وأما ما كان من الآيات القرآنية والأسماء والصفات الربانية والدعوات المأثورة النبوية فلا بأس بل يستحب سواء كان تعويذا أو رقية أو نشرة وأما على لغة العبرانية ونحوها فيمتنع لاحتمال الشرك. (مرقاة المفاتيح، على القارى، ج۸، ص ۲۵۵، دارالكتب العلمية، بيروت ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۱م)

جو تعویذات آیات قرآنیہ، اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات اور منقولہ دعاؤں پر مشتمل ہوں ان میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ وہ تعویذ ہوں، دم ہو یا نشرہ ہو، البتہ غیر عربی میں جائز نہیں ہیں کیوں کہ ان میں شرک کا احتمال ہے۔

ابجد

قدیم رمیوں اور یونانیوں (Greeks and Romans) نے لکھنے کے مکمل علم کو وسعت نہ دے پائے، وہ حروف کا استعمال گنتی کے لئے کیا کرتے تھے عبرانی زبان میں اس فن کو اپنایا اور وہ حروف کی نمائندگی گنتی سے کرنے لگے مثلاً

گریک (Greek) : الفا (Alpha)=۱

عبرانی (Hebrew) : الف (Aleph)=۱

عربی (Arabic) : الف (Aleph)=۱

''ابجد'' اس قانون پر بنے ہوئے اس طریقے کے شروع کے چار حروف سے بنا ہے (الف، ب، ج، د) سامک زبان میں (Aramic) ''سامک'' حروف ہوتا ہے۔ لیکن عربی زبان میں ایسے حروف نہیں پائے جاتے۔ عربی زبان میں ''س، ش'' کا استعمال کیا جاتا ہے۔ عربوں نے عربی زبان کے ان حروف کا استعمال کرتے ہوئے اس قاعدے کو وسعت دی اور عربی زبان کے چھ حروف کا استعمال کرتے ہوئے ایک نئے قانون کی ترتیب دی۔ عربی زبان کے وہ چھ حروف یہ ہیں: (ث، خ، ذ، ض، ظ، غ)

اس نئے قانون کے مطابق ''ابجد'' کی ترتیب اس طریقے پر ہے:

ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰

س	ع	ف	ص	ق	ر	ش	ت
۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰

ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰

''ابجد'' کی دلیل حدیث کی روشنی میں

حافظ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں:

محمد بن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ ابو یاسر بن اخطب یہودی اپنے چند ساتھیوں کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اُس وقت سورۂ بقرہ کی شروع آیت الٓمٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ. تلاوت فرمارہے تھے۔ وہ اُسے سن کر اپنے بھائی جی جی بن اخطب کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے وہ پوچھتا ہے، تو نے خود سنا؟ اس نے کہا ہاں میں نے خود سنا ہے۔ جی ان سب یہودیوں کو لے کر پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا یہ سچ ہے کہ آپ اس آیت کو پڑھ رہے تھے؟ آپ نے فرمایا، ہاں سچ ہے۔ اُس نے کہا سنئے! آپ سے پہلے جتنے نبی آئے کسی کو بھی نہیں بتلایا گیا تھا کہ اُس کا ملک اور مذہب کب تک رہے گا لیکن آپ کو بتلا دیا گیا۔ پھر کھڑا ہو کر لوگوں سے کہنے لگا۔ سنو! الف کا عدد ہوا ایک، لام کے تیس، میم کے چالیس جملہ اکہتر ہوئے، کیا تم اس نبی کی اطاعت کرنا چاہتے ہو جس کے ملک اور اُمت کی مدت کل اکہتر سال ہو؟ پھر حضور کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کیا کہ کیا کوئی اور آیت بھی ایسی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں الٓمٓصٓ. کہنے لگا یہ بڑی بھاری اور بہت لمبی ہے۔ الف کا ایک، لام کے تیس، میم کے چالیس، صاد کے نوے یہ سب ایک سو اکسٹھ سال ہوئے۔ کہا اور کوئی بھی ایسی آیت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں الٓرٰ. کہنے لگا یہ بھی بہت بھاری اور لمبی ہے۔ الف کا ایک، لام کے تیس اور رے کے دو سو جملہ دو سو اکتیس برس ہوئے۔ کیا اس کے ساتھ کوئی اور ایسی آیت بھی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں الٓمّٓرٰ. کہا یہ تو بہت ہی بھاری ہے۔ الف کا ایک لام کے تیس میم کے چالیس رے کے دو سو سب مل کر دو سو اکہتر ہوگئے۔ اب تو کام مشکل ہو پڑا اور بات خلط ملط ہوگئی لوگو! چلو اٹھ چلو۔ ابو یاسر نے اپنے بھائی سے اور دوسرے علماء یہود سے کہا کیا تعجب کہ ان سب حروف کا مجموعہ حضرت محمد صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم کو ملا ہو۔ اکہتر ایک + ایک سو اکتیس ایک + دوسو اکتیس ایک + دوسو اکہتر ایک + یہ سب مل کر سات سو چار برس ہوئے۔ انہوں نے کہا اب کام خلط ملط ہو گیا۔

(تفسیر ابن کثیر: ج ا ص: ۲۰۷ مکتبہ قرطبہ: القاھرۃ ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰ء)

اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی تاریخ اور امام سیوطی نے درمنثور میں نقل کیا اور ضعیف کہا۔

امام ابن کثیر نے بھی اس حدیث کو ضعیف کہا کیوں کہ اس کی سند میں کلبی نام کا ایک شخص ہے جو ضعیف ہے۔ اس ضعف کے باوجود امام بخاری یا امام ابن کثیر نے ''ابجد'' علم سے انکار نہ کیا۔ علم ''ابجد'' کے بنا پر اس حدیث کو ضعیف قرار نہیں دیا گیا ہے۔ بہت سے علماء اور مشائخ نے علم ''ابجد'' کا استعمال کیا ہے۔

شیخ ابن قیم اور علم ابجد

شیخ ابن قیم جوزیہ نقل فرماتے ہیں:

أحدها: أنه قد سمي بمحمد قبل الانجيل، كذلك اسمه في التوراة وهذا يقر به كل عالم من مؤمني أهل الكتاب. ونحن نذكر النص الذي عندهم في التوارة وما هو الصحيح في تفسيره، قال في التوراة في اسماعيل قولاً هذه حكايته: وعن اسماعيل سمعتك ها أنا باركته و أيمنته مما دباد، وذكر هذا بعد أن ذكر اسماعيل، وأنه سيلد اثنى عشر عظيماً، منهم عظيم يكون اسمه مما دباد و هذا عند العلماء المؤمنين من أهل الكتاب صريح في اسم النبي صلى الله عليه وسلم محمد.

انجیل سے پہلے آپ کا اسم گرامی محمد رکھا گیا اور اسی طرح تورات میں بھی آپ کا اسم گرامی محمد ﷺ ہے۔ اہل کتاب کے مومنین میں سے ہر عالم کو اس بات کا اعتراف ہے۔ ہم وہ قول ذکر کرتے ہیں جو ان کے ہاں تورات میں ہے اور جو اس کی تفسیر میں صحیح ہے۔ تورات

میں حضرت اسماعیل کے بارے میں یوں منقول ہے: میں نے تیری سنی اور میں نے اس کو برکت ''ممادباذ'' سے دی۔

یہ بات حضرت اسماعیل کے ذکر کے بعد بیان کی گئی اور یہ کہ عنقریب بارہ عظیم شخصیات پیدا ہوں گی، ان میں ایک عظیم شخصیت ہوگی جس کا نام ''ممادباذ'' ہوگا اور یہ اہل کتاب کے مومن علماء کی طرف سے اس بات کی وضاحت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی محمد ﷺ ہے۔

شیخ ابن قیم جوزیہ مزید تحریر فرماتے ہیں:

ورأيت في بعض شروح التوارة ما حكايته بعد هذا المتن، قال الشارح: هذان الحرفان في موضعين يتضمنان اسم السيد الرسول محمد صلى الله عليه وسلم، لأنک اذا اعتبرت حروف اسم محمد وجدتها في الحرفين المذكورين لأن ميمي محمد وهي الحاء ودالة بازاء بقية الحرفين وهي الباء، والألفان والدال الثانية.

تورات کی بعض شرحوں میں، میں نے اس متن کے بعد دیکھا شارح نے کہا: یہ دوحروف (ممادباد) دوجگہوں میں سید رسول، محمد ﷺ کے اسم گرامی کو شامل ہیں کیوں کہ جب تم اسم محمد کے حروف کا اعتبار کرو تو ان کو دونوں مذکورہ حرفوں میں پاؤ گے کیوں کہ اسم محمد کی دو میم اور اس کی دال ان دوحرفوں کی دو میموں اور ایک دال کے مقابلے میں ہے اور اسم محمد کا باقی حرف یعنی حاء ان دوحرفوں کے باقی حروف کے مقابلے میں ہے اور وہ باء دو الف اور دوسری دال ہے۔

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

قلت: يريد بالحرفين الكلمتين، قال: لأن للحاء من الحساب ثمانية من العدد، والباء لها اثنان، وكل ألف لها واحد، والدال بأربعة، فيصير المجموع ثمانية، وهي قسط الحاء من العدد الجملي، فيكون الحرفان

معنی الکلمتین وهما مما باد وقد تضمنا بالتصریح ثلاثة أرباع اسم محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم وربعه الآخر قد دل علیه بقیة الحرفین بالکتابة بالطریق التی أشرت الیها.

میں کہتا ہوں کہ دو حرفوں سے دو کلمے مراد ہیں۔ شارح نے کہا: حساب کے اعتبار سے حاء کے آٹھ عدد ہیں اور باء کے دو عدد ہیں اور ہر الف کے لیے ایک ایک عدد ہے اور دال کے لیے چار عدد ہیں پس مجموعہ آٹھ عدد کا ہوا اور یہ جملہ عددوں سے حاء کا حصہ ہے پس دو حرفوں سے دو کلمے مراد ہیں اور وہ ''مماد باد'' ہیں اور یہ دونوں صراحتاً محمد ﷺ کے تین چوتھائی پر مشتمل ہیں اور ایک چوتھائی پر ان دو حرفوں کا باقی حصہ دلالت کرتا ہے جب اس طریقے پر لکھا جائے جس طرف میں نے اشارہ کیا ہے۔

نیز شیخ ابن قیم جوزیہ فرماتے ہیں:

قال الشارح: فان قیل: فما مستند کم فی هذا التاویل؟

قلنا: مستندنا فیه مستند علماء الیهود فی تاویل أمثاله من الحروف المشکلة التی جاء ت فی التوراة.

(ابن قیم الجوزیة: جلاء الأفهام فی الصلاة والسلام علی خیر الأنام: ص ۱۴۴۔۱۴۵، مکتبة دار البیان، دمشق ۱۴۱۳ھ۔۱۹۹۲م)

سوال: شارح نے کہا: اگر کہا جائے کہ اس تاویل کے سلسلے میں تمہاری دلیل کیا ہے؟

جواب: ہم کہتے ہیں کہ ہمارا استدلال وہی ہے جو یہودیوں کے علماء نے اس قسم کی مثالوں کی تاویل میں ان مشکل حروف کے سلسلے میں اختیار کیا جو توراۃ میں آئے ہیں۔

شیخ ابن قیم جوزیہ کی اس تحریر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ علم ابجد نہ صرف یہودی بلکہ مسلمانوں کے نزدیک بھی عمل میں پایا جاتا تھا۔ چوں کہ اس علم میں کوئی شرک یا کفر موجود نہیں ہے۔ اس کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح مسلم شریف کی حدیث میں فرمایا: اس رقیہ (دم) میں کوئی حرج نہیں جس میں شرک نہ ہو۔ ہم اس حدیث کو گذشتہ صفحات پر بیان کر چکے ہیں۔

امام ابن جزری (متوفی ۸۳۳ھ/۱۴۲۹ء) اور علم ''ابجد''

امام ابن جزری اصول قرأت پر اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

مَنْ يُحْسِنِ التَّجْوِيْدَ يَظْفَرْ بِالرُّشْدْ أَبْيَاتُهَا قَافٌ وَزَايٌ فِي الْعَدَدْ. (ابن الجزری: منظومة المقدمة: ص ۱۱، دار نور المكتبات: السعودية: ۱۴۲۸ھ۔۲۰۰۶م)

اور اس میں ''قاف'' اور ''زا'' سطر ہیں اور جو علم تجوید میں مہارت حاصل کرتا ہے وہ بے شک ہدایت حاصل کرتا ہے۔

قاف کے عدد (۱۰۰) اور زا کے (۷) ہوتے ہیں اور اس کتاب میں ایک سو سات (۱۰۷) سطر موجود ہے۔

نوٹ: سعودیہ کا مطبوعہ نسخہ ترکی کے مخطوطے پر مشتمل ہے۔ اور دمشق کے مخطوطے میں بھی یہی عبارت پائی جاتی ہے۔ اس کتاب کے بعض مخطوطوں میں یہ عبارت موجود نہیں ہے۔ (چشتی)

علامہ جمزوری (متوفی ۱۲۰۸ھ/۱۷۹۴ء) اور عالم ''ابجد''

علامہ جمزوری اصول تجوید پر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

أَبْيَاتُهُ نَدٌّ بَدَا لِذِي النُّهَى تَارِيْخُهَا بُشْرَى لِمَنْ يُتْقِنُهَا. (علامه سليمان بن محمد الجمزوری: تحفة الأطفال: ص ۱۳، مكتبة أضواء السلف: الرياض: ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷م)

ذہین شخص کے لئے اس کے سطر ''ندبدا'' (علم ابجد کے مطابق اس کے اعداد۔۶۷) ہیں اور ''بشری لمن'' (علم ابجد کے مطابق اس کے اعداد۔۱۱۹۸) اس کی تاریخ ہے۔

اس نظم میں ۶۷ سطر موجود ہیں اور یہ ۱۱۹۸ھ میں تالیف کی گئی تھی۔

مختلف علماء نے اس علم کو اپنی کتابوں میں نقل فرمایا۔ بعض علماء نے اپنی کتابوں کا نام علم ابجد کے مطابق رکھا۔ مثلاً امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) اپنی بہت سی کتب کا نام علم "ابجد" کے مطابق رکھا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر

(۱) الدقة والتباين العلم الرقة والسيان.

اس نام کا عدد علم ابجد کے مطابق ۱۳۳۴ ہوا اور یہ سن ۱۳۳۴ھ میں تصنیف کی گئی۔

(۲) أجلى الاعلام أن الفتوى مطلقا على قول الامام.

اس نام کا عدد علم ابجد کے مطابق ۱۳۳۴ ہوا اور یہ سن ۱۳۳۴ھ میں تصنیف کی گئی۔

(فتویٰ رضویہ جلد ا۔ رضا اکیڈمی انڈیا)

مولانا ابوالخیر نقشبندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء) ایک مشہور عالم دین اور ولی اللہ تھے۔ ان کی پیدائش ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا اختر شاہ خان تحریر فرماتے ہیں:

شاہ بوالخیر کی بودہ فرّخ سالِ میلاد چراغِ نبوی

"چراغ نبوی" کے اعداد ۱۲۷۲ ہوتے ہیں جو کہ ان کی پیدائش کا سال ہے۔

اور مولانا ابوالخیر نقشبندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تب مولانا رشید احمد مجددی نے یہ اشعار کہے۔

فکر ھی تاریخ رحلت کی تو کھدی ای رشید

ثبل دوراں امام اھلِ عرفاں قطب حق

"ثبل دوراں امام اہل عرفاں قطب حق" کے اعداد، ۱۳۴۱ ہوتے ہیں اور ان کا انتقال ۱۳۴۱ھ میں ہوا۔ (شاہ ابوالحسن زید فاروقی، مقاماتِ خیر، ص ۵۸۸، ۵۹۱، شاہ ابوالخیر اکیڈمی دہلی، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء)

۷۸۶ کے عدد

علم ابجد کے مطابق بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اعداد ۷۸۶ ہوتے ہیں۔ یہ واضح رہے کہ ۷۸۶، بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تلاوت یا تحریر کے برابر نہیں ہے۔
آج کے دور میں شادی کارڈ، اخبار میں اسلامی اشتہار اور دیگر تحریری شکلوں میں لوگ بسم اللہ الرحمن الرحیم چھپواتے یا لکھتے ہیں۔ یہ اخبار اور شادی کارڈ اکثر غیر مسلم کے ہاتھوں سے گزرتا ہے اور استعمال کے بعد بعض لوگ ان عبارتوں کی تعظیم نہیں کرتے۔ اس بات کا ہمیشہ خوف رہتا ہے کہ قرآن شریف کی اس آیت مبارکہ کی کہیں توہین نہ ہو جائے۔ ان تمام صورتوں میں علم ابجد کا استعمال کرتے ہوئے ۷۸۶ کا عدد لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دشمن کے علاقوں میں قرآن شریف لے کر سفر کرنے سے منع فرمایا۔ (موطا امام مالک، کتاب الجہاد)

اس حدیث کے تحت امام مالک نے فرمایا کہ یہ اس لئے کہ دشمنوں کے ہاتھ میں قرآن شریف نہ آجائے۔

معلوم ہوا کہ آج کے دور میں بے حرمتی سے بچانے کے لئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ اخباروں، شادی کارڈ وغیرہ میں ۷۸۶ کا عدد لکھنا بہتر ہے۔

بعض لوگ جو علم ابجد سے ناواقف ہیں، اعتراض کرتے ہیں کہ "ہرے کرشنا" کے اعداد بھی ۷۸۶ ہوتے ہیں، اس لئے ۷۸۶ کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

دراصل یہ اعتراض بے وجہ اور بے بنیاد ہے۔

پہلا "ہرے کرشنا"، سنسکرت زبان اور ہندو مذہب کے مطابق غلط تلفظ ہے۔ اس کا صحیح تلفظ "ہرے کرشن" ہے۔ سنسکرت زبان میں وہ لفظ جس کے آخر میں الف آتا ہو وہ مونث ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر: گیتا، سیتا، گنگا، رادھا، کملا۔ "کرشن" ہندو مذہب کے

مطابق ایک نر دیوتا ہے اور ''کرشنا'' لکھنے سے وہ مادہ نام ہو جاتا ہے۔ ان کے مذہب میں صحیح تلفظ ''ہرے کرشن'' ہے نہ کہ ''ہرے کرشنا''

دوسرا: ''ہرے کرشنا'' کے اعداد ۷۸۶ ہوتے ہیں لیکن مسلمان اس عدد کا استعمال اس نیت سے نہیں کرتے۔ اگر مسلمانوں کو گناہ گار اور مشرک ہی ثابت کرنا مقصد ہو تب قرآن شریف کی ان آیتوں کو بھی لیا جا سکتا ہے۔ جس کے اعداد ۷۸۶ ہوتے ہیں۔ لیکن ایسا کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ دنیا میں بہت سی عبارتیں لی جا سکتی ہیں جن کے اعداد ۷۸۶ ہوتے ہیں تو کیا ان سب کے معنی ''ہرے کرشنا'' لیا جائے گا؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: انما الاعمال بالنیات ۔ اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے۔

کیوں کہ ''ہرے کرشن'' صحیح تلفظ ہے نہ کہ ''ہرے کرشنا'' یہ اعتراض بے بنیاد ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ وہ لوگ جو علم ابجد کے مخالف ہیں اور مسلمانوں کو مشرک کہنے میں گریز نہیں کرتے، ان فرقوں کی پیدائش محض ۲۵۰ سال پرانی ہے۔ اسلامی علوم وفنون اور تاریخ کے مطالعے سے ناواقف ہیں۔

اوفاق

اوفاق سے مراد مربع (۴×۴) یا مثلث (۳×۳) خانے ہیں جن کا استعمال علم ابجد کے مطابق حروف بھرنے میں یا اعداد بھرنے میں کیا جاتا ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی نے فرمایا

بأن علم الأوفاق يرجع الى مناسبات الأعداد وجعلها على شكل مخصوص، وهذا كأن يكون بشكل من تسع بيوت مبلغ العدد من كل جهة خمسة عشر، وهو ينفع للحوائج واخراج المسجون ووضع الجنين وكل ما هو من هذا المعنى وضابطه بطد زحتى واحز....

مزید فرماتے ہیں:

....ان استعمل لمباح بخلاف ما اذا استعين به على حرام، وعليه يحمل جعل القرافي الأوفاق من السحر. (الفتاوى الحديثية: ابن حجر الهيتمي: ص ۲، دارالفكر وبيروت)

اوفاق کے علم اور استعمال میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ جائز کاموں کے لئے کیا جائے لیکن جب ناجائز امر مثلاً جادو کے لئے استعمال کیا جائے تو وہ ناجائز ہے۔

خاتمہ

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ. (سورة الانبياء آية ٧)

ترجمہ: اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہوں۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کم علم اور کم عقل لوگوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ وہ اہل علم سے قرآن کی تعلیم اور فقہی احکامات حاصل کریں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن يوسف حدثنا سفيان عن الزبير عن عدى قال أتينا أنس بن مالك فشكونا اليه ما نلقى من الحجاج فقال اصبروا فانه لا ياتى عليكم زمان الا الذى بعده شر منه حتى تلقوا ربكم سمعته من نبيكم صلى الله عليه وسلم. (صحيح البخارى: كتاب الفتن: باب الأياتى زمان الا الذى بعده شر منه)

زبیر بن عدی نے کہا ہم انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حجاج کی تکلیف رسانی کی اُن سے شکایت کی جو ہم اس سے پاتے تھے۔ انس نے کہا صبر کرو! تم پر کوئی زمانہ نہیں آئے گا مگر جو اس کے بعد ہوگا اس سے بُرا ہوگا یہاں تک کہ تم رب سے جاملو گے میں نے یہ تمہارے نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم سے سنا ہے۔

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی یہ بتائی کہ ہر آنے والا دن پچھلے دن سے بدتر ہوگا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جیسے جیسے قیامت قریب آئی گی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی جائے گی۔

اس حدیث کو سمجھاتے ہوئے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

وما ذاك بكثرة الأمطار وقلتها ولكن بذهاب العلماء ثم يحدث قوم

يفتون فی الأمور برأيهم فيثلمون الاسلام ويهدمونه. (فتح الباری شرح صحيح البخاری: الحافظ ابن حجر: ج ۱۳، ص ۲۱، دارفکر: بیروت)

یہ بارش کی کمی یا زیادتی سے نہ ہوگا بلکہ علماء اور علم کی کمی سے ہوگا اور ''ایسے لوگ'' ہوں گے۔ جو اپنی مرضی کے مطابق فتوئی دیا کریں گے اور اسلام کو نقصان پہنچائیں گے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''لوگ'' آئیں گے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ''لوگ'' علماء نہ ہوں گے بلکہ اپنے نفس اور کم علمی کی پیروی کرتے ہوئے شریعت میں من مانی کریں گے۔ دور حاضر میں بہت سے لوگ شریعت میں دخل اندازی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو مجتہد مطلق سمجھتے ہیں۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن حاتم المروزی، ثنا حبان بن موسی، وسويد بن نصر، قالا: ثنا عبداللّٰه بن المبارک، ثنا عبداللّٰه بن عقبة، حدثنی بکر بن سوادة، عن أبی أمية الـلخمی: أن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم. قال: "ان من أشراط الساعة ثلاثة: احداهن أن يلتمس العلم عند الأصاغر" (الطبرانی: المعجم الکبیر: ج ۲۲، ص ۳۶۱، مکتبة ابن تيمية: القاهرة)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے نشانیوں میں ایک نشانی یہ ہوگی کہ کم علم لوگوں سے علم پوچھا جائے گا۔

آج کے دور میں اگر معاشرے پر نظر ڈالی جائے تو ہم اس بات کا احساس کریں گے کہ دشمنانِ اسلام، جہلا اور عوام الناس کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو شریعت کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کرے میڈیا اسے ذہین اور دانشور قرار دیتی ہے۔

وہ انسان جس نے کبھی سائنس یا حساب کا مطالعہ نہ کیا ہو وہ سائنس کے پیچیدہ مسائل کو کس طرح سمجھ سکتا ہے۔ کیا ایسے شخص کی رائے قبول کی جاسکتی ہے۔؟ نہیں ہر گز نہیں!

دور حاضر میں جب بھی اسلامی شریعت کے متعلق مسائل آتے ہیں۔ تو میڈیا غیر

عالموں کی رائے کوترجیح دیتی ہے۔کھیلاڑی، فلمی ہیرو، ناول نگار، سیاست داں، ان کے نظریئے اور خیالات کو اسلامی نقطۂ نظر بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔یہ سب مسلمانوں میں اختلاف پیدا کر کے امت کو کمزور کرنے کی سازش ہے۔

عوام الناس کو چاہیے کہ وہ علماء سے رابطے میں رہیں اور ان ہی سے اپنا دینی مسائل حاصل کرے۔

تعویذ اور دم کے جواز پر علماء کا اجماع ہے۔اس کتاب میں تعویذ اور دم کے جواز پر قرآن وحدیث کی روشنی میں کافی دلائل پیش کئے گئے ہیں۔جولوگ تعویذ اور دم کو شرک اور ناجائز کہتے ہیں ان سے گذارش ہے کہ وہ اس کتاب کو پڑھیں اپنی اصلاح کریں۔

اللہ رب العزت کا بے پناہ، بے حدوحساب شکرواحسان ہے اور کروڑوں درودوسلام ہو ہم سب کے آقا رسول معظم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر، لاکھوں سلام اُن کے آل واصحاب پر، اولیا، شہدا، صالحین پر۔